ارشاداتِ قائداعظم

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر زوّار حسین زیدی

ترجمہ و تدوین

قائداعظم پیپرز وِنگ، قائداعظم اکیڈمی
کلچر ڈویژن، حکومتِ پاکستان - اسلام آباد

ارشاداتِ قائداعظم

مدیراعلیٰ

ڈاکٹر زوّار حسین زیدی

ترجمہ وتدوین

قائداعظم پیپرز ونگ، قائداعظم اکیڈمی

کلچرڈویژن، حکومتِ پاکستان۔ اسلام آباد

M. A. Jinnah

فہرست

ابتدائیہ:

پیش لفظ۔ جناب شوکت عزیز، وزیراعظم پاکستان ۹

تعارف۔ ڈاکٹر زوّار حسین زیدی، سربراہ قائداعظم اکیڈمی ۱۳

قائداعظم۔ ایک اجمالی خاکہ ۱۶

ابواب:

۱ اتحاد ۲۹

۲ نظم وضبط ۳۳

۳ آزادی ۳۴

۴ اسلامی اقدار ۳۶

۵ جمہوریت اور مساوات ۴۰

۶ کردار ۴۴

۷ معاشرتی خرابیاں ۴۵

٨	جاگیرداری اور سرمایہ داری	۴٦
٩	تعلیم و تربیت	۴٨
١٠	طلباء کو نصیحت	۴٩
١١	خواتین	۵۲
١٢	انتظام وانصرام	۵۴
١٣	کام کی اہمیت	۵٦
١۴	صوبائی تعصّب	۵٨
١۵	مسلّح افواج	٦٠
١٦	صحافت	٦۲
١٧	قدرتی وسائل	٦۲
١٨	خودانحصاری	٦٣
١٩	تجارت وصنعت	٦۵
۲٠	خارجہ تعلقات	٦٦
۲١	مطالبۂ پاکستان	٧٠
۲۲	اقلیتیں	٧٧
۲٣	متفرقات	٨٣

پیش لفظ

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کو ایک علیحدہ قوم کا تشخص دلوانے والے رہنما نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز متحدہ ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد سے کیا اور اسی وجہ سے سروجنی نائیڈو نے انہیں ''ہندو مسلم اتحاد کا پیامبر'' کہا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۹۰۶ء میں کانگریس کی رکنیت اختیار کی اور چودہ سال تک اُس کے سرکردہ رہنماؤں میں شامل رہے۔ اگرچہ مسلم لیگ بھی ۱۹۰۶ء میں معرضِ وجود میں آ چکی تھی لیکن جناح نے ۱۹۱۲ء میں پہلی بار اس کے اجلاس میں شرکت کی۔ مولانا محمد علی جوہر اور سیّد وزیر حسن نے ۱۹۱۳ء میں انہیں مسلم لیگ میں شمولیت کا مشورہ دیا تو انہوں نے اس شمولیت کو وسیع تر ہندوستانی قومیت سے اپنی وابستگی جاری رکھنے پر مشروط کیا۔ انہی کی کوششوں سے ۱۹۱۵ء میں کانگریس اور مسلم لیگ کے اجلاس بیک وقت بمبئی میں منعقد ہوئے اور ۱۹۱۶ء میں میثاقِ لکھنؤ مرتب ہوا۔ تاہم گاندھی، نہرو اور دیگر کانگریسی رہنماؤں کے متعصّبانہ رویے سے انہیں یقین ہو گیا کہ یہ جماعت ایک متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ نہیں کر سکتی۔ لہٰذا وہ ۱۹۲۰ء میں کانگریس سے مستعفی ہو گئے۔ اس کے باوجود انہوں نے ہندو مسلم مفاہمت کی کوششیں جاری

رکھیں۔ ۱۹۲۷ء میں موتی لال نہرو نے ہندوستان کے آئینی مسائل پر اپنی رپورٹ پیش کی جس میں مسلمانوں کیلئے ضروری تحفظات موجود نہیں تھے۔ کانگریس کو اس میں لیگ کی جائز ترامیم شامل کرنے سے بھی انکار تھا اس لئے اسے مسلم لیگ نے رد کر دیا۔ مسلمانوں کے مطالبات کی وضاحت میں جناح نے اپنے مشہور چودہ نکات ۱۹۲۹ء میں پیش کیے۔ لیکن مصالحت کی تمام کوششوں کی ناکامی اور ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۲ء کی گول میز کانفرنسوں میں کوئی سمجھوتہ نہ ہونے کے باعث وہ مایوس ہو کر انگلستان میں ہی رک گئے۔

مسلم لیگ کو ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت بنانے کیلئے جناح جیسے عدیم المثال قائد کی ضرورت تھی۔ اسی لئے لیاقت علی خاں نے ۱۹۳۴ء میں ان سے درخواست کی کہ وہ ہندوستان واپس آ کر مسلم لیگ کی قیادت سنبھالیں۔ جناح نے قوم کی آواز پر لبیک کہا اور ایک مسیحا کی طرح مسلم لیگ کو ایک نئی زندگی دی۔ انہوں نے دس سال کی مختصر مدت میں اس کی تنظیمِ نو کی اور اسے ایک فعال جماعت بنا دیا۔ جب جواہر لال نہرو نے جنوری ۱۹۳۷ء میں اعلان کیا کہ ہندوستان میں دو ہی طاقتیں ہیں — انگریزی حکومت اور کانگریس — تو جناح نے انہیں یاد دلایا کہ ایک تیسری طاقت مسلمان بھی ہیں جن کی مرضی کے بغیر ہندوستان کے سیاسی مستقبل کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

ہندوستانی مسلمانوں کیلئے ایک علیحدہ وطن کا تصور حکیم الامت علاّمہ اقبال کے ذہنِ رسا کا مرہونِ منت تھا لیکن اسے عملی جامہ پہنانے کیلئے محمد علی جناح کا تدبّر، فراست، ثابت قدمی، قوتِ عمل اور جرأت درکار تھی۔ قائداعظم محمد علی جناح ہی برصغیر ہند کے مسلمانوں کے وہ عظیم رہنما تھے جن کی قیادت اور کاوش سے پاکستان کا وجود ممکن ہوا۔ عہدِ حاضر کے اکثر مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ اگر جناح نہ ہوتے تو پاکستان کی تشکیل

نہ ہوسکتی۔ جناح نے ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے اور سیاسی طور پر منتشر مسلمانوں میں یقین اور عمل کی ایسی توانا روح پھونک دی کہ وہ برطانوی سامراج اور کانگریس کی سینہ زوریوں کے سامنے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے۔

قائد کے قول وفعل کی بنیادیں صداقت اور دیانت کے اعلیٰ ترین اصولوں پر قائم تھیں۔ ان کی طبیعت میں مثالی توازن، بردباری اور شائستگی تھی وہ چھوٹے بڑے اور دوست دشمن سب کی بات تحمل سے سنتے تھے اور ہر ایک کی رائے کو وقعت دیتے تھے۔ تاہم جب وہ سوچ سمجھ کر کوئی فیصلہ کر لیتے تو وہ اٹل ہوتا۔ ان کی گفتار میں ایک کھرے انسان کی بے باکی اور دلائل میں تلوار کی کاٹ ہوتی تھی۔

قائداعظم اکیڈمی کے چیئرمین ڈاکٹر زوّار حسین زیدی اور ان کے رفقائے کار نہایت تندہی کے ساتھ پچھلے پندرہ سال سے بانیِ پاکستان کے مکتوبات کی تحقیق اور تدوین میں مشغول ہیں۔ اب تک قائداعظم اکیڈمی کا جناح پیپرز ونگ بانیِ پاکستان کے مکتوبات کی تیرہ انگریزی اور چھ اُردو جلدیں شائع کر کے قوم کا یہ تاریخی سرمایہ دنیا بھر کے محققین اور پاکستان کی آئندہ نسلوں کیلئے محفوظ کر چکا ہے۔ اس ادارے کی یہ گراں بہا خدمات ہم سب کی ستائش کی مستحق ہیں۔ زیرِ نظر کتاب بابائے قوم کے بیانات اور تقاریر کے منتخب اقتباسات کے اُردو ترجمے پر مشتمل ہے جو خاص طور پر ان پاکستانی عوام کیلئے مرتب کی گئی ہے جن کی کثیر تعداد انگریزی نہیں سمجھتی۔

قائداعظم کو ہم سے جدا ہوئے نصف صدی سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ موجودہ پاکستان اُس تصوراتی مملکت سے کوسوں دور ہے جس کے حصول کیلئے بانی پاکستان نے اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا تھا۔ اس

مایوس کُن صورتِ حال کی ذمہ داری ہمارے رہنماؤں اور عوام دونوں پر عائد ہوتی ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ہمیں ان کوتاہیوں کا احساس تک نہیں۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

بابائے قوم کے زرّین اصول اور ارشادات آج بھی ہمارے لئے نور کے مینار ہیں جن کی روشنی میں ہم پاکستان کو ان کے خوابوں کی سرزمین بنا سکتے ہیں۔ وہ پاکستان جس میں حق وانصاف اور مساوات کا دور دورہ ہو، محنت کشوں کو عزت کی زندگی نصیب ہو اور مذہب، مسلک اور جنس کے امتیاز کے بغیر ہر شہری کو برابر کے حقوق حاصل ہوں۔ آئیں ہم سب عہد کریں کہ ہم قائد کے ارشادات کے مطابق جہد مسلسل سے پاکستان کو ویسا ہی عظیم اور خوشحال ملک بنا کر دم لیں گے جیسا وہ چاہتے تھے۔ اس کیلئے ہمیں اپنے عظیم رہنما کی پیروی میں قوم کی بے لوث خدمت اور انتھک محنت کرنا ہوگی۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

(شوکت عزیز)

وزیرِ اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان

تعارف

برصغیر ہند کی برطانوی تسلط سے آزادی کے ہنگامہ خیز اور تاریخ ساز دور کے سرکردہ سیاسی رہنماؤں کی نگارشات اور مکاتیب کو محفوظ کرنے کے لئے حکومتِ ہندوستان کے ایما پر گاندھی، نہرو اور پٹیل پیپرز کی بیسیوں جلدیں عرصہ ہوا شائع ہو چکی ہیں۔ پاکستان میں اس جانب توجہ دیر سے مبذول ہوئی اور قائداعظم محمد علی جناح کے بارے میں، جن کی شخصیت اور کردار اس دور کے تمام رہنماؤں میں نمایاں اور منفرد تھا، مستند دستاویزات پر مبنی کتابوں کی اشاعت کا کام قائداعظم اکیڈمی کے جناح پیپرز ونگ کو پندرہ سال پہلے تفویض کیا گیا۔ اس ادارے کی اب تک کی کارکردگی کا ذکر جن تعریفی کلمات میں وزیرِ اعظم پاکستان نے کیا ہے ہم اس کیلئے ممنون ہیں۔

نصف صدی پہلے کی دستاویزات کا حصول اور ان کو محفوظ کر کے قابلِ استعمال بنانا ایک صبر آزما کام تھا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا ریکارڈ ہندوستان سے بوریوں میں لایا گیا۔ اس اہم ریکارڈ کو پاکستان منتقل کرنے کا سہرا مسلم لیگ کے اسسٹنٹ سیکریٹری شمس الحسن مرحوم کے سر ہے۔ تقریباً ۱۰۰ بوریوں میں بند اس ریکارڈ کی بوسیدہ حالت کے پیشِ نظر کراچی کے ڈپٹی کمشنر نے اسے نیلام کرنے کا

حکم صادر کیا لیکن ایک سب انسپکٹر پولیس نے، جو طالب علمی کے زمانے میں مسلم لیگ سے وابستہ رہا تھا، درخواست کی کہ اس تاریخی ریکارڈ کو ضائع نہ کیا جائے۔ اس طرح یہ قیمتی ریکارڈ کباڑ خانے کی نذر ہونے سے بچ گیا۔

میں اُس زمانے میں لندن یونیورسٹی کے اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز (School of Oriental & African Studies) میں پڑھاتا تھا۔ وہاں کے ایک سیمینار کیلئے مواد جمع کرنے پاکستان آیا تو پتہ چلا کہ مسلم لیگ کا ریکارڈ پولیس کی تحویل میں ہے۔ چونکہ مجھے اس تاریخی ریکارڈ کی اہمیت اور افادیت کا احساس تھا اس لئے میں نے اس کو واگذار کرانے کیلئے تگ ودو شروع کی۔ نواب امیر محمد خان آف کالا باغ سے میرے بہت اچھے تعلقات تھے۔ اُنکے ذریعے میں صدر ایوب خان سے کئی بار ملا اور بہت کوشش کے بعد مسلم لیگ کا ریکارڈ کراچی یونیورسٹی منتقل کرانے میں کامیاب ہوا۔ اس یونیورسٹی کے پروفیسر اشتیاق حسین قریشی اور محمود الحسن کے تعاون سے وہاں آرکائیوز آف فریڈم مومنٹ (Archives of the Freedom Movement) کا ادارہ قائم کیا گیا۔

اب اس بوسیدہ ریکارڈ کو محفوظ کر کے قابلِ استعمال بنانے کا مسئلہ درپیش تھا۔ اس سلسلے میں پروفیسر فلپس نے، جو لندن میں اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز کے ڈائریکٹر تھے، بہت مدد کی۔ میری بیگم پروین نے انڈیا آفس لائبریری (India Office Library) میں تاریخی دستاویزات کو مرمت اور محفوظ کرنے کا کام سیکھا جو انہوں نے پاکستان کے علاوہ کئی اور ممالک میں اقوامِ متحدہ کی مشیر (U.N.Consultant) کی حیثیت سے اور لوگوں کو بھی سکھایا۔ مسلم لیگ

کے ریکارڈ کے علاوہ میں نے بہت محنت کے بعد کئی پرائیویٹ کلکشن بھی حاصل کیے جن میں نشتر اور شمس الحسن کلکشن (وہ کاغذات جو قائداعظم نے انہیں دیے تھے)، اصفہانی پیپرز اور ظفر احمد انصاری پیپرز شامل ہیں۔

جناح پیپرز کی اشاعت میرے رفقائے کار کی لگن اور انتھک محنت کے بغیر ممکن نہ ہوتی۔ ہمارے ایڈیٹر صاحبان کو مختلف سرکاری و نیم سرکاری اداروں میں کام کا وسیع تجربہ حاصل ہے اور ان میں سے کچھ نے تو خود حصولِ پاکستان کی جدوجہد میں حصہ لیا تھا۔ تحقیق میں ان کی اعانت کیلئے متعلقہ مضامین کے فارغ التحصیل ریسرچ آفیسرز موجود ہیں۔ جناح پیپرز کی تدوین و اشاعت کے علاوہ اب اس ادارے نے قائداعظم کے اقوال و ارشادات کو عوام اور طلباء تک پہنچانے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ اُردو کتابچہ اس کی پہلی کڑی ہے۔ اگلے مرحلے میں انشاء اللہ اس کا اہم علاقائی زبانوں میں ترجمہ شائع کیا جائے گا۔

زیرِ نظر کتاب کی طباعت اور اشاعت میں مَیں اپنے رفقائے کار پروفیسر حبیب فخری، کرنل مسعود ضیغم اور مسٹر عبدالحامد کا ممنون ہوں جنھوں نے اس کے ترجمے اور ترتیب و تدوین میں انتہائی محنت اور جانفشانی سے کام کیا۔

زوّار حسین زیدی

چیئرمین

قائداعظم اکیڈمی

قائداعظم — ایک اجمالی خاکہ

محمد علی جناح تحریکِ آزادیِ ہند کے وہ بے مثل رہنما ہیں جنہوں نے دس سال کے قلیل عرصے میں ہندوستانی مسلمانوں کے منتشر ہجوم کو منظّم کر کے ایک علیحدہ قوم کا مرتبہ تسلیم کروایا اور برطانوی حکومت اور کانگریس کی شدید مخالفت کے باوجود اپنے مضبوط ارادے اور فہم وفراست سے پاکستان کے تصوّر کو ایک حقیقی ملک کی شکل دی۔

مقامِ حیرت ہے کہ ایک ایسا شخص جس کا رہن سہن، نشست و برخاست، چال ڈھال، لباس و پوشاک، عادات واطوار، حتّٰی کہ بول چال، ہندوستان کے عام مسلمانوں سے مختلف تھی کیونکر ان کے دلوں کی دھڑکن بن گیا اور وہ اس کے ایک اشارے پر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کو تیار ہو گئے۔ قائداعظم نے ایک بے جہت قوم کو ایک نصب العین دیا، اس کے حصول کیلئے راہ نوردی کی تڑپ پیدا کی اور خضرِ راہ بن کر اسے منزلِ مقصود تک پہنچایا۔

جب محمد علی جناح نے مسلمانوں کی رہنمائی کا بیڑا اٹھایا تو کئی مسلّمہ اور آزمودہ کار سیاستدان پہلے سے میدانِ عمل میں موجود تھے۔ ان میں سے کچھ مذہبی اور

سیاسی جماعتوں کے سربراہ تھے۔ تاہم تھوڑے ہی عرصے میں سب نے بلا حیل و حجت جناح کو اپنا قائد مان لیا کیونکہ قدرت نے انہیں بے مثل جسمانی اور ذہنی خوبیوں سے نواز رکھا تھا — دراز قد، سرخ و سفید رنگت، کشادہ پیشانی، عقابی نظر، دھیمی لیکن پاٹ دار آواز۔ بیسویں صدی کی ابتدائی دہائیوں میں ہندوستان کی تحریکِ آزادی کے قائدین میں ان جیسا بارُعب اور پُر وقار رہنما کوئی اور نہیں تھا۔ ہزاروں کے مجمعے میں وہ دور سے پہچانے جاتے اور ان کی شخصیت کا سحر لوگوں کو مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچ لیتا۔ کمرۂ عدالت ہو، جلسہِ عام ہو یا اسمبلی ہال، جب وہ بولنا شروع کرتے تو لوگ ہمہ تن گوش ہوتے۔ اکثر عدالت میں ساتھی وکلاء کے علاوہ دوسرے لوگ بھی ان کی بحث سننے کیلئے جمع ہو جاتے۔ سیاسی جلسوں میں وہ اس دور کے عام لیڈروں کی طرح کبھی لچھے دار تقریر نہ کرتے بلکہ ایک منجھے ہوئے وکیل کی طرح دلائل دیتے۔ وہ ایک ایک لفظ ناپ تول کر بولتے، موقع کی مناسبت سے طنز و مزاح کا ایسا برمحل استعمال کرتے کہ سننے والے بہت محظوظ ہوتے۔ بات جب حکومت کے ظلم اور نا انصافی کی یا انسانی حقوق کی پامالی کی ہوتی تو وہ شمشیرِ برہنہ بن جاتے اور بڑی سے بڑی ہستی سے مرعوب نہ ہوتے۔ تاہم متانت اور شائستگی کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

ذہنی صلاحیتوں اور عظمتِ کردار کے حوالے سے اُس وقت ہندوستان بھر میں ان کا ہم پلہ کوئی سیاستدان نہیں تھا۔ وہ نہ صرف ایک بے مثل وکیل، پارلیمنٹیرین اور مدبّر تھے بلکہ ایک لاجواب انسان بھی تھے۔ ان کی سیرت بے داغ اور ان کا کردار انسانی خوبیوں کا ایک ایسا مجموعہ تھا جسے اپنے اور بیگانے سبھی اپنی

زندگی کا نمونہ بنا سکتے ہیں۔ صاف گوئی، ریا کاری سے پرہیز، نام نمود سے بے نیازی، خود اعتمادی، کم آمیزی، دوست دشمن سے خوش خلقی، چھوٹوں سے شفقت، بڑوں کا احترام، کفایت شعاری، اصولوں کی پاسداری اور خودداری ان کا شعار تھا۔ خوراک، پوشاک، بات چیت، اطوار و عادات اور رہن سہن، غرضیکہ زندگی کی ہر جہت میں وہ نفاست، متانت اور وقار کا پیکر تھے۔

مسلمانانِ ہند کی تقدیر بدلنے والا یہ رہنما ۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ء کو کراچی کے ایک تاجر گھرانے میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم کراچی اور بمبئی کے اسکولوں میں حاصل کی۔ ۱۸۹۲ء میں اپنے والد جناح پونجا کے کاروبار کے سلسلے میں انگلستان گئے لیکن وہاں انہوں نے قانون کی تعلیم حاصل کرنے کا فیصلہ کیا، اس کیلئے لنکنز اِن (Lincoln's Inn) میں داخلہ لیا اور دو سال کے مختصر عرصے میں بیرسٹری کے امتحان میں کامیابی حاصل کر لی۔ انہوں نے قانون کا مطالعہ جاری رکھنے اور عملی وکالت کی مشق کیلئے مزید دو سال انگلستان میں گزارے۔ اس عرصے میں روشن خیال پارسی رہنما دادا بھائی نوروجی (Dadabhoy Naoroji) سے ان کا قریبی تعلق رہا۔ جب دادا بھائی نے برطانوی پارلیمان کی رکنیت کیلئے الیکشن لڑا تو ان کی انتخابی مہم میں جناح نے بھی حصہ لیا۔ وہ ۱۸۹۶ء میں کراچی واپس آئے اور قانون کی پریکٹس کیلئے اگلے ہی سال بمبئی منتقل ہو گئے۔ ۱۹۰۰ء میں وہ پریذیڈنسی مجسٹریٹ بھی مقرر ہوئے لیکن یہ نوکری انہیں پسند نہیں آئی اور بعد میں خود ہی استعفیٰ دے دیا۔ اس دوران میں انہوں نے ایک ممتاز اور کامیاب وکیل کی حیثیت سے خاصی شہرت حاصل کر لی تھی۔ جب انہیں مستقل طور پر مجسٹریٹ کے عہدے پر بمشاہرہ ڈیڑھ ہزار روپے

ماہوار (جو بیسویں صدی کے آغاز میں ایک خطیر رقم تھی) تعیناتی کا عندیہ دیا گیا تو انہوں نے یہ کہہ کر معذرت کرلی کہ انہیں وکالت سے اتنی رقم ایک دن میں کمانے کی امید ہے۔

جناح ۱۹۱۳ء میں انگلستان چلے گئے اور وہاں ایک بیرسٹر کے طور پر اپنی قابلیت کے جوہر دکھائے۔ وہیں مولانا محمد علی جوہر اور سیّد وزیر حسن نے ان کو مشورہ دیا کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں۔ وہ اس شرط پر راضی ہوئے کہ مسلم لیگ سے ان کی وابستگی وسیع تر ہندوستانی قومیت کے اُن مقاصد پر اثر انداز نہیں ہوگی جن کیلئے انہوں نے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ اس وقت تک جناح کی اوّلین ترجیح ہندو مسلم اتحاد تھا۔ یہ زیادہ تر انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ ۱۹۱۵ء میں کانگریس اور مسلم لیگ دونوں نے اپنے سالانہ اجلاس بیک وقت بمبئی میں منعقد کیئے۔ لیگ کے اس اجلاس میں مہاتما گاندھی، اینی بیسنٹ (Annie Besant) اور سروجنی نائیڈو (Sarojini Naidu) نے بھی شرکت کی۔ ۱۹۱۶ء میں جناح مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے۔ اس سال بھی کانگریس اور لیگ دونوں کے سالانہ اجلاس بیک وقت لکھنؤ میں منعقد ہوئے اور دونوں جماعتیں ہندوستان کیلئے آئینی اصلاحات کے ایک منصوبے پر متفق ہوگئیں جو میثاقِ لکھنؤ کے نام سے مشہور ہے۔

۱۹۲۰ء میں کانگریس نے گاندھی جی کے ایماء پر حکومت سے عدم تعاون کی تحریک شروع کی اور ولائتی مصنوعات کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔ جناح نے، جو غیر آئینی ذرائع کے مخالف تھے، اس مسئلے پر کانگریس کا ساتھ نہیں دیا۔ ۱۹۲۴ء میں ہندو لیڈروں نے جداگانہ طریقۂ انتخاب کی مخالفت شروع کی جس کے باعث آئندہ برسوں میں ہندو۔۔مسلم تعلقات کشیدہ سے کشیدہ تر ہوتے چلے گئے۔ تاہم جناح نے

ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد کی کوششیں جاری رکھیں۔ ۱۹۲۶ء میں انہوں نے گاندھی جی کو ایک تجویز پیش کی جس کے مطابق مسلمان بعض شرائط کے تحت مخلوط انتخاب پر رضامند ہو سکتے تھے۔ گاندھی اور کانگریس نے یہ تجویز منظور کر لی۔ تاہم انتہا پسند ہندوؤں کی مخالفت کے سبب بات آگے نہ بڑھ سکی۔ متبادل تجاویز وضع کرنے کیلئے ایک کل جماعتی کانفرنس بلائی گئی جس نے موتی لال نہرو کی سربراہی میں ایک کمیٹی مقرر کی۔ اس کمیٹی کی سفارشات کو مسلمانوں کیلئے قابلِ قبول بنانے کیلئے محمد علی جناح نے بعض ترامیم پیش کیں جنہیں کانگریس نے مناسب غور و خوض کے بغیر مسترد کر دیا۔ اس رویّے سے مایوس ہو کر محمد علی جناح نے کانگریس سے استعفیٰ دے دیا۔ تاہم انہوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان سیاسی سمجھوتے کیلئے کوشش جاری رکھی اور اس سلسلے میں اپنے مشہور ''چودہ نکات'' پیش کیے۔

جناح نے پہلی دو گول میز کانفرنسوں میں بھی شرکت کی جو لندن میں ۳۱-۱۹۳۰ء میں منعقد ہوئیں۔ یہ کانفرنسیں بھی فرقہ وارانہ مسئلے کا کوئی حل تلاش نہیں کر سکیں۔ ان حالات سے مایوس ہو کر انہوں نے عارضی طور پر سیاست سے علیحدگی اختیار کر لی اور لندن چلے گئے۔ ۱۹۳۴ء میں لیاقت علی خاں اور دیگر مسلم زعماء کی ترغیب پر جناح مسلمانوں کی رہنمائی کیلئے ہندوستان واپس آ گئے۔ انہوں نے مسلم لیگ کی قیادت سنبھال لی اور مسلمانوں کی نمائندہ جماعت بنانے کیلئے اس کی ازسرِ نو تنظیم شروع کی۔

قائد کے طریق کار میں مثالی باقاعدگی تھی۔ وہ ہر فیصلہ خوب سوچ سمجھ کر کرتے اور جو فیصلہ کر لیتے وہ پہاڑ کی طرح اٹل ہوتا۔ بڑی سے بڑی مشکل یا

مصلحت ان کے پائے استقامت کو ڈگمگا نہ سکتی تھی۔ اپنے بلند اصولوں سے پیہم وابستگی کے سبب انہیں زندگی بھر کسی موقع پر ندامت نہیں اٹھانی پڑی چونکہ ان اصولوں میں انہوں نے کبھی رعایت روا نہیں رکھی، نہ دوسروں کے ساتھ نہ اپنے ساتھ۔ قومی مقاصد کے حصول کے لئے قائد نے اپنی صحت کی کبھی پروانہ کی حتّٰی کہ اپنی جان بھی اپنے مقصد پر قربان کر دی۔ اس سلسلے میں وہ اپنے معالجوں کے مشوروں کو اکثر نظر انداز کرتے رہے کیونکہ منزل کے قریب آ کر یہ نحیف قافلہ سالار اپنی رفتار سست نہیں کرنا چاہتا تھا۔

بڑے سے بڑا لالچ بھی قائداعظم کو اپنے اصولوں سے منحرف نہیں کر سکتا تھا۔ بارہا انہیں عہدوں اور اعزازات کی پیشکش کی گئی لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ وائسرائے، لارڈ ریڈنگ (Reading) نے انہیں ایک بار جج اور دوسرے موقع پر اپنی کابینہ میں لا ممبر بنانا چاہا لیکن قائد نے دونوں میں سے کوئی عہدہ قبول نہیں کیا۔ جب اس نے سر کا خطاب دینے کا عندیہ ظاہر کیا تو قائد نے کہا کہ وہ سر محمد علی جناح کے بجائے صرف مسٹر محمد علی جناح کہلانا پسند کریں گے۔ قائد سے مایوس ہو کر وائسرائے نے مسز جناح سے کہا ''کیا آپ یہ پسند نہیں کریں گی کہ لوگ آپ کو لیڈی جناح کہیں؟'' تو مسز جناح نے جواب دیا۔ ''اگر جناح نے سر کا خطاب قبول کیا تو میں ان سے علیحدہ ہو جاؤں گی۔'' اسی طرح گول میز کانفرنس کے دوران برطانیہ کے وزیراعظم ریمزے میکڈانلڈ (Ramsay McDonald) نے قائد سے علیحدگی میں کہا کہ جب ہندوستان کو سیلف گورنمنٹ (صوبائی خودمختاری) دی جائے

گی تو ہمیں ایسے قابل ہندوستانیوں کی ضرورت ہو گی جنہیں صوبوں کا گورنر بنایا جا سکے۔قائد نے اشارہ سمجھ لیا اور پوچھا ’’مسٹر میکڈانلڈ کیا آپ مجھے خریدنے کی کوشش کر رہے ہیں۔‘‘ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے اپریل ۱۹۴۲ء میں قائد کو ڈاکٹر آف لاز کی اعزازی ڈگری دینے کا فیصلہ کیا تو قائد نے شکریے کے ساتھ لکھا کہ وہ ہر قسم کے اعزازات کے خلاف ہیں، وہ صرف مسٹر جناح کی حیثیت سے زندہ رہنا اور مرنا چاہتے ہیں۔قیامِ پاکستان سے پہلے ان کے ایما پر مسلم لیگی اکابرین نے تمام برطانوی خطابات واپس کر دیے۔

قائد نجی اور سرکاری اخراجات میں فضول خرچی کے سخت خلاف تھے۔گھر ہو یا سرکاری رہائش گاہ وہ فالتو بتیاں خود بجھا دیا کرتے۔ایک بار ان کے سیکریٹری نے کہا ’’جناب آپ کے اس طرح بتیاں بجھانے سے ہمیں شرمندگی ہوتی ہے، ویسے بھی چند بتیوں سے کیا فرق پڑتا ہے۔‘‘ قائداعظم نے فرمایا ’’بات فرق کی نہیں اصول کی ہے۔روپیہ ضائع کرنا ایک گناہ ہے اور اگر وہ قوم کا سرمایہ ہو تو اور بھی بڑا گناہ ہے۔‘‘ ۷ ستمبر ۱۹۴۷ء کو گورنر جنرل ہاؤس میں ایٹ ہوم کے موقع پر دھوپ سے بچنے کیلئے چھتریاں بازار سے خریدنے کے بجائے وائی ایم سی اے (Y.M.C.A) سے عاریتاً لی گئیں اور ضیافت میں کسی مہنگے ہوٹل سے چیزیں منگوانے کے بجائے انتہائی سادگی سے محترمہ فاطمہ جناح نے سینڈوچ اور پکوڑے وغیرہ اپنے باورچی سے تیار کروائے۔ جب امریکہ میں پاکستان کے سفیر ابوالحسن اصفہانی نے انہیں اس ہوائی جہاز کی قیمت سے مطلع کیا، جو ان کے سرکاری استعمال کے لئے خریدا جانا تھا، تو قائد کا جواب تھا ’’پاکستان کا گورنر جنرل پندرہ لاکھ روپے کا جہاز نہیں خرید سکتا۔‘‘ (کاش پاکستان کے

حکمران اور افسران اس عظیم رہنما کی زندگی اور اصولوں سے کچھ سبق سیکھتے)۔

وہ اپنی سہولت کے لئے قومی سرمائے پر بوجھ ڈالنے کے روا دار نہ تھے۔ زندگی کے آخری ایام میں قیامِ زیارت کے دوران علالت کے باعث ان کی خوراک بہت کم ہوگئی تھی۔ ان کے معالج کرنل الٰہی بخش نے لاہور سے تلاش بسیار کے بعد ان کا پرانا باورچی بلوا لیا اور قائد اس کا پکایا ہوا کھانا رغبت سے کھانے لگے۔ جب انہیں پتہ چلا کہ پرانے باورچی کو اتنی دور سے بلوایا گیا ہے تو وہ بہت خفا ہوئے اور کہا کہ اس کی تلاش اور زیارت لانے پر جو روپیہ صرف ہوا ہے وہ ان کے ذاتی حساب سے ادا کیا جائے۔

وہ مالی معاملات میں شفاف حساب کتاب پر اصرار کرتے تھے۔ ۱۹۴۲ء کے اوائل میں قائد نے مسلم لیگ کے اخبار ''ڈان'' کیلئے چندے کی اپیل کی۔ الٰہ آباد کے جلسے میں بہادر یار جنگ نے اس کا تذکرہ اپنی پُر زور تقریر میں اس مؤثر انداز سے کیا کہ اسٹیج پر روپے اور زیورات نچھاور ہونے لگے۔ اچانک قائد نے اٹھ کر اعلان کیا ''مجھے چندہ منی آرڈر سے بھیجا جائے کیونکہ اس طرح غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔ مَیں جانتا ہوں کہ آپ آدھ گھنٹے میں مطلوبہ رقم جمع کر سکتے ہیں مگر مَیں ایسا چندہ نہیں لینا چاہتا جس کا حساب کرنا ممکن نہ ہو۔'' اسی طرح ۱۹۴۳ء میں مسلم لیگ کے جلسے میں عورتوں نے اپنے زیورات اسٹیج پر لا ڈالے تو قائداعظم نے کہا ''ان کا حساب رکھنا بہت مشکل ہے اس لئے ان کا قبول کرنا بھی درست نہیں۔''

۱۹۴۱ء میں مدراس میں لیگ کے سالانہ اجلاس میں قائد کو مسلم لیگ کا تاحیات صدر بنانے کی قرارداد پیش کی گئی۔ قائد نے اس کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ

وہ پارٹی میں جمہوری طریقۂ کار پر یقین رکھتے ہیں اور ہر سال کھلے اجلاس میں پارٹی کی رضامندی حاصل کرنا پسند کریں گے۔ وہ سال بہ سال لیگ میں اپنی رکنیت کی باقاعدہ تجدید کراتے تھے۔

قائد مصلحتاً کوئی بات چھپانے کے حق میں نہیں تھے۔ ۱۹۴۵ء میں صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کی وزارت ٹوٹ گئی تو لاہور کے ایک محدود اشاعت والے جریدے ''لائٹ'' نے لکھا کہ اس کا سبب بددیانتی تھا۔ قائد نے اپنے اسسٹنٹ سیکریٹری سے کہلوایا کہ اس خبر کو ''ڈان'' میں بھی چھاپا جائے۔ عزیز بیگ نے، جو اس وقت ''ڈان'' کے نائب مدیر تھے، یہ سوچ کر کہ اس سے مسلم لیگ کی رسوائی ہوگی قائد کو ٹیلی فون کیا لیکن انہوں نے اصرار کیا کہ یہ خبر ''ڈان'' میں ضرور چھاپی جائے۔

قائد سیاسی جوڑ توڑ کے سخت خلاف تھے اور اقتدار کی ہوس انہیں اپنے اصولوں سے منحرف نہیں کر سکتی تھی۔ ۱۹۴۶ء میں خواجہ ناظم الدین نے انہیں لکھا ''مسلم لیگ کی وزارت بنانے کیلئے یا تو چند بدعنوان مسلمانوں یا کسی ہندو جماعت سے اتحاد ضروری ہے''۔ قائد نے جواب دیا ''میں کسی حال میں ضمیر فروش عناصر سے کوئی واسطہ نہیں رکھ سکتا، ہاں ہندوؤں سے باعزت شرائط پر بیشک اشتراک ہو سکتا ہے۔ میں ایک ڈانواں ڈول حکومت بنانے کی بجائے باوقار طریقے سے حزبِ اختلاف میں رہنا زیادہ پسند کروں گا۔'' صد افسوس کہ قائد کی بے داغ سیاست کے یہ زرّیں اصول ہماری نظروں سے محو ہو گئے ہیں۔

انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے تحت انتخابات کے نتیجے میں ہندو اکثریتی صوبوں میں کانگریسی وزارتیں بن گئیں۔ ان کے معاندانہ رویّے سے مسلمانوں کو یقین ہو گیا

کہ متحدہ ہندوستان میں ان کے مفادات کی حفاظت ممکن نہیں ہوگی۔ اس صورتِ حال میں جناح نے ان تجاویز پر غور کرنا شروع کیا جو علامہ اقبال اور چودھری رحمت علی نے مسلمانوں کیلئے ایک جداگانہ وطن کے قیام کیلئے پیش کی تھیں اور ان کو ہر طرح سے قابلِ عمل پایا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا ایک تاریخی اجلاس مارچ ۱۹۴۰ء میں لاہور میں منعقد ہوا جس میں قائد نے واضح کیا کہ مسلمان محض ایک اقلیت نہیں بلکہ ایک قوم ہیں اور اس بناء پر اپنی ایک علیحدہ مملکت کے حقدار ہیں۔ اس اجلاس میں بنگالی رہنما فضل الحق نے وہ عہد ساز قرارداد پیش کی جو ''قراردادِ لاہور'' (Lahore Resolution) کے نام سے مشہور ہوئی ۔ اس میں مطالبہ کیا گیا کہ مشرق اور شمال مغرب میں مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل آزاد ریاستیں تشکیل دی جائیں۔

مارچ ۱۹۴۲ء میں حکومتِ برطانیہ نے سر اسٹیفورڈ کرپس کو اس غرض سے ہندوستان بھیجا کہ وہ ایک سیاسی مصالحت کے بارے میں ہندوستانی رہنماؤں سے تبادلۂ خیال کریں جس میں یہ گنجائش ہو کہ صوبے انفرادی طور پر انڈین یونین سے الگ ہوسکیں اور اگر متحدہ دستور ساز اسمبلی کا بنایا ہوا دستور ان کو منظور نہ ہو تو وہ اپنا علیحدہ دستور بنا سکیں۔ جناح کے خیال میں یہ تجویز پاکستان کے مطالبے کو مکمل طور پر پورا نہیں کرتی تھی لہٰذا مسلم لیگ نے اس کو قبول نہیں کیا۔

۱۹۴۶ء میں برطانوی کابینہ کا ایک مشن ہندوستان پہنچا جس کا مقصد ہندوستانی زعماء کے صلاح مشورے سے انتقالِ اقتدار کا طریقۂ کار وضع کرنا تھا۔ مشن نے ایک ایسے نظام کا منصوبہ پیش کیا جو مسلمانوں کے ایک جداگانہ مملکت اور کانگریس کے متحدہ ہندوستان کے مطالبوں کے بین بین تھا۔ اس منصوبے کے مطابق صوبوں کو

تین گروپوں میں تقسیم ہونا تھا جو مختلف امورِ حکومت مشترکہ طور پر یا علیحدہ علیحدہ اپنی مرضی سے چلا سکیں۔ اس منصوبے کو ابتدا میں کانگریس اور لیگ دونوں نے منظور کر لیا لیکن بعد میں کانگریس نے صوبائی گروہ بندی کی اپنی مرضی کی ایسی توضیح نکالی جو مسلمانوں کو قابلِ قبول نہیں تھی۔ لہٰذا جناح نے لیگ کو مشورہ دیا کہ وہ اس منصوبے کو منظور نہ کرے۔

جب کانگریس نے ہندوستان کے آئینی مسائل کے کسی منصفانہ حل پر اتفاق نہ کیا تو مسلم لیگ مجبور ہو گئی کہ وہ ایک مکمل طور پر خود مختار مملکت کا مطالبہ کرے۔ اب حکومتِ برطانیہ کو بھی یقین ہو گیا کہ کوئی درمیانی راستہ دونوں جماعتوں کے لئے قابلِ قبول نہیں لہٰذا وہ بادلِ ناخواستہ برصغیر کو تقسیم کرنے پر راضی ہو گئی۔ یوں پاکستان ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو معرضِ وجود میں آیا اور قائداعظم اس کے پہلے گورنر جنرل بنے۔ انہوں نے یہ عہدہ محض اس لئے قبول کیا کہ اس وقت پاکستان کو ''ایک نوزائیدہ بچے کی طرح'' شفقت کے ساتھ پرورش کی ضرورت تھی۔

ایک بار کسی نے قائد سے پوچھا کہ قومی کام کے لئے وہ اور لوگوں سے چندہ مانگنے کے بجائے اپنا پیسہ کیوں نہیں لگاتے تو قائد نے جواب دیا ''تمہارا مطلب ہے کہ میں اپنا سب کچھ دے کر دوسروں کا دست نگر بن جاؤں۔ جہاں لوگ لیڈر کی خدمات بھول کر صرف یہ یاد رکھیں کہ جلسوں میں تقریر کیلئے اس کو آمد و رفت کا کرایہ دیا گیا تھا وہاں لیڈر کی محتاجی اس کی بدنامی کا سبب بن جاتی ہے۔ مجھے جو کچھ دینا ہوا وہ مناسب وقت پر دوں گا۔'' قائد نے اپنا یہ وعدہ پورا کیا اور اپنی وصیت میں ورثاء کیلئے تھوڑی سی رقم چھوڑنے کے بعد باقی اثاثے انجمن اسلام اسکول بمبئی، عریبک کالج

دہلی، بمبئی یونیورسٹی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، اسلامیہ کالج پشاور اور سندھ مدرسہ کراچی میں تقسیم کرنے کی ہدایت کی۔ قائد کی یہ وصیت ان صاحبِ ثروت پاکستانیوں کیلئے مشعلِ راہ ہے جو اپنی تمام جائیداد اپنے ورثاء کیلئے چھوڑ جاتے ہیں۔

برسوں کی انتھک محنت، لگاتار کام اور مسلسل مصروفیت کے ہاتھوں قائد کا دھان پان جسم روز بروز کمزور ہوتا گیا۔ اس جسم سے اس کی بساط سے کہیں زیادہ کام لیا جاتا رہا جس کو وہ سہار نہ سکا اور پاکستان بننے کے تقریباً ایک سال بعد ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو بانیِ پاکستان اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ وقتِ رخصت ان کے دل کو یہ اطمینان ضرور رہا ہوگا کہ انہوں نے جس کام کا بیڑا اٹھایا تھا وہ اسے مکمل کر کے جا رہے ہیں اور قوم کی کشتی ساحل مراد تک پہنچ چکی ہے۔ اس کوشش میں انہوں نے اپنا تن، من، دھن سب کچھ قوم پر لگا دیا۔

Character, courage, industry and perseverance are the four pillars on which the edifice of whole human life can be built and failure is a word unknown to me.

Quaid-i-Azam

کردار، جرأت، محنت، اور مستقل مزاجی چار ایسے ستون ہیں جن پر حیاتِ انسانی کی عمارت کی تعمیر مکمل ہوسکتی ہے اور ناکامی ایک ایسا لفظ ہے جو میری لغت میں موجود نہیں۔

قائدِ اعظم

ارشاداتِ قائدِاعظم

☆☆ ☆☆ ☆☆

اتحاد

☆☆ ☆☆ ☆☆

مسلمانانِ ہند کیلئے ضروری ہے کہ وہ منظّم ہو جائیں اور اپنی صفوں میں یکجہتی اور اتحاد پیدا کریں۔ کسی بھی بڑے مقصد کا حصول بے لوث خدمت، دکھ سہنے، ایثار اور قربانی کے بغیر ممکن نہیں۔ صرف اسی طرح ہم ہندوستان میں اپنا صحیح مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

اخباری بیان

۲۶ جولائی ۱۹۳۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

مَیں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں میں خود اعتمادی پیدا ہو اور وہ اپنی تقدیر خود بنانا سیکھیں۔ ہمیں ایسے لوگ چاہئیں جو یقینِ محکم، حوصلہ اور عزمِ راسخ رکھتے ہوں اور جو زمانے بھر کی مخالفت کے باوجود تن تنہا اپنے ملک کیلئے لڑ سکیں۔ ہمیں اپنے اندر وہ طاقت پیدا کرنی ہے جس کی بنیاد تنظیم، یکجہتی اور اتحاد پر ہو۔

صرف ایک چیز مسلمانوں کو محفوظ رکھ سکتی ہے اور انہیں اپنا کھویا ہوا مقام پھر سے دلوا سکتی ہے اور وہ ہے روح کی بیداری جو اعلٰے کردار اور بلند اصولوں پر قائم

رہنے کیلئے ضروری ہے۔ یہی ان کی عظیم یکجہتی کی بنیاد ہے اور انہیں ایک سیاسی اکائی کے طور پر یکجا کر سکتی ہے۔

مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں خطبۂ صدارت

۱۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

یہ مسلمانوں کیلئے زندگی اور موت کا لمحہ ہے۔ مَیں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ اگر ان میں اتحاد قائم نہ ہو سکا تو وہ کہیں کے نہیں رہیں گے۔ اگر خرابی ہمارے اپنے اندر ہے تو ہمیں خود اسے دور کرنا ہے اور آپ کے تعاون سے ہم اسے حسبِ خواہش درست کر لیں گے۔

مسلم یونیورسٹی یونین، علی گڑھ سے خطاب

۵ فروری ۱۹۳۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

جب تاریخ رقم کی جائے گی تو یہ حیران کن حقیقت سامنے آئے گی کہ کیسے نو کروڑ مسلمانوں کی بھاری اکثریت صرف تین سال کے اندر ایک پلیٹ فارم پر اور ایک جھنڈے تلے جمع ہو گئی۔ ایسا اتحاد مسلمانوں کی پچھلے دو سو برس کی تاریخ میں کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔

پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن سے خطاب

۲ مارچ ۱۹۴۱ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

کیا اب آپ پاکستان حاصل کرنے کے بعد اپنی نادانی سے اسے تباہ کرنا

چاہتے ہیں؟ اگر آپ اس کی تعمیر وترقی چاہتے ہیں تو پھر یاد رکھیئے کہ اس کیلئے نہایت ضروری شرط یہ ہے کہ آپ کی صفوں میں مکمل اتحاد اور یکجہتی قائم ہو۔

ڈھاکہ میں جلسۂ عام سے خطاب

۲۱ مارچ ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

پاکستان امتِ مسلمہ کے اتحاد کا پیکر ہے اور اس کی حیات اسی میں مضمر ہے۔ سچے مسلمانوں کی طرح ہمیں دل وجان سے اس اتحاد کی حفاظت کر کے اسے برقرار رکھنا ہے۔ اگر ہم یوں سوچنا شروع کر دیں کہ اوّلاً ہم بنگالی، پنجابی، سندھی ہیں اور محض اتفاقاً مسلمان اور پاکستانی ہیں تو پھر پاکستان ضرور ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔

ریڈیو پاکستان ڈھاکہ سے نشریہ

۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

میں اس مقصد کیلئے ہمیشہ کوشاں رہا ہوں کہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق پیدا ہو۔ میں نے اس سلسلے میں جو کچھ کیا وہ اسلام کے ایک خادم کی حیثیت سے اپنا فرض سمجھ کر کیا اور حتی الوسع قوم کی خدمت کیلئے ہر ممکن کوشش کی۔

پشاور میں قبائلی جرگے سے خطاب

۱۷ اپریل ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہم مسلمان ایک خدا، ایک کتاب یعنی قرآن حکیم اور ایک رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں۔ لہٰذا ایک قوم کی حیثیت سے ہمیں متحد رہنا چاہیے۔ اتحاد ہی میں

طاقت ہے۔ یکجہتی میں ہماری بقا اور انتشار میں ہماری موت ہے۔

گورنمنٹ ہاؤس پشاور میں قبائلی جرگے سے خطاب

۱۷ اپریل ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اب ہم سب پاکستانی ہیں نہ کہ بلوچی، پٹھان، سندھی، بنگالی یا پنجابی۔ لٰہذا لازم ہے کہ ہماری سوچ اور طرزِ عمل ایک پاکستانی جیسا ہو۔ ہمیں صرف اور صرف پاکستانی کہلانے پر فخر ہونا چاہیے۔

بلدیہ کوئٹہ کے سپاس نامے کا جواب

۱۵ جون ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہم پورے اعتماد کے ساتھ مستقبل کا سامنا کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہم تساہل سے کام نہ لیں اور اپنی توانائی اندرونی اختلافات میں ضائع نہ کریں۔ ہماری صفوں میں نظم و ضبط اور اتحاد کی جتنی ضرورت آج ہے اتنی پہلے کبھی نہیں تھی۔ صرف متحدہ کوشش اور اپنے مقدر پر اعتماد کے ذریعے ہم اپنے خوابوں کے پاکستان کو حقیقت کا روپ دے سکتے ہیں۔

عیدالفطر کے موقع پر قوم کے نام پیغام

۲۷ اگست ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

☆☆ ☆☆ ☆☆

نظم و ضبط

☆☆ ☆☆ ☆☆

اپنے آپ کو منظّم کر کے آپس میں مکمل اتحاد اور یکجہتی قائم کیجئے۔ خود کو ایک تربیت یافتہ اور منظّم سپاہی کی طرح تیار کریں نظم و ضبط کے پابند سپاہی کی طرح تربیت دیجئے اور اپنے درمیان باہمی رفاقت کا جذبہ پیدا کیجئے۔ اپنی قوم اور وطن کیلئے دل و جان سے کام کیجئے۔

مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ لکھنؤ سے خطاب

۱۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہم میں سے ہر شخص اپنے آپ میں نظم و ضبط پیدا کر کے ہی اپنے ملک کی خدمت کر سکتا ہے اور نظم و ضبط ہی [رمضان کے] اس مبارک مہینے کا مقصد ہے۔ اپنے آپ سے پوچھئے کہ کیا آپ کی عادات ایک ترتیب اور قاعدے کی پابند ہیں۔ کیا آپ سڑک کے صحیح رخ پر چلتے ہیں اور اس پر کوڑا کرکٹ پھینکنے سے احتراز کرتے ہیں؟ کیا آپ اپنا کام دیانت اور خلوص سے کرتے ہیں؟ کیا آپ حسبِ بساط دوسروں کی مدد کرتے ہیں؟ کیا آپ میں دوسروں کو برداشت کرنے کا مادہ ہے؟ ہو سکتا ہے کہ یہ باتیں آپ کو چھوٹی لگیں لیکن یہی باتیں ضبطِ نفس کی تربیت میں مرکزی حیثیت رکھتی ہیں۔

عیدالفطر پر پیغام

۱۲ نومبر ۱۹۳۹ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

نظم وضبط اور ترتیب و تنظیم وہ اہم اوصاف ہیں جو آپ نے اپنے اندر پیدا کرنے ہیں۔ آپ کی اور قوم کی نجات انہی میں مضمر ہے۔

بلدیہ کوئٹہ کے سپاسنامے کے جواب میں تقریر

۱۵ جون ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

آزادی

☆☆ ☆☆ ☆☆

مسلم لیگ نے آزادی حاصل کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے لیکن یہ آزادی محض اُن لوگوں کیلئے نہیں ہوگی جو زور آور اور بااثر ہیں بلکہ ان کیلئے بھی جو کمزور اور زیرِ دست ہیں۔

مسلم یونیورسٹی یونین علی گڑھ سے خطاب

۵ فروری ۱۹۳۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

مسلم ہندوستان اس لئے آزاد ہونا چاہتا ہے کہ اپنے سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی ادارے قائم کر کے انہیں اپنی صلاحیتوں کے مطابق ترقی دے سکے۔ وہ کسی کے زیرِ نگیں نہیں رہنا چاہتا تاہم وہ ہندوستان کے ہندوؤں کی بھی آزادی اور بھلائی کا خواہش مند ہے۔

مانچسٹر گارڈین میں مطبوعہ بیان

۲۶ اکتوبر ۱۹۳۹ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہم بلاشبہ ہندوستان کی آزادی کے خواہشمند ہیں بشرطیکہ یہ آزادی تمام ہندوستانیوں کو حاصل ہو نہ کہ صرف کسی ایک طبقے کو۔اس کی بدترین صورت وہ ہوگی کہ اقتدار کانگریس اوراس کے حواریوں کے سپرد ہو جائے اور مسلمان اور دوسری اقلیتیں ان کی غلام بن جائیں۔

مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور میں صدارتی خطبہ

۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

آزادی کا مطلب بے لگامی نہیں۔اس کا یہ مطلب ہرگزنہیں کہ آپ دیگر شہریوں اور ملک کے مفاد کونظرانداز کر کے جوطرز عمل چاہیں اختیار کرلیں۔اب ہمارے لئے یہ پہلے سے کہیں زیادہ ضروری ہے کہ ہم ایک متحد اور منظّم قوم کی طرح کام کریں۔

ڈھاکہ یونیورسٹی سے خطاب

۲۴ مارچ ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

کچھ لوگ آزادی کے وسیع مواقع اوراس کی بھاری ذمہ داریوں کا احساس کرنے کے بجائے اسے بے لگامی کا پروانہ سمجھتے ہیں۔اگرچہ غیرملکی تسلط سے نجات حاصل کر کے عوام خود اپنی تقدیر کے مالک بن گئے ہیں اورانہیں آئینی ذرائع سے اپنی پسند کی حکومت قائم کرنے کا اختیار ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی طبقہ منتخب حکومت پر غیرقانونی طریقوں سے اپنی مرضی مسلط کرے۔حکومت اوراس کی حکمتِ

عملی کو منتخب نمائندوں کے ووٹوں کے ذریعے ہی تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ تاہم کوئی حکومت بے عنان اور غیر ذمہ دار لوگوں کی غنڈہ گردی اور طوائف الملوکی کو برداشت نہیں کر سکتی اور اسے اپنے تمام ذرائع بروئے کار لا کر پوری قوت سے ایسے عناصر سے نمٹنا ہوگا۔

ریڈیو پاکستان ڈھاکہ سے نشریہ

۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اسلامی اقدار

☆☆ ☆☆ ☆☆

جب پیغمبر اسلامؐ نے تبلیغِ دین کی ابتدا کی تو وہ دنیا میں اس کے تنہا داعی تھے۔ لیکن قوتِ ایمانی کے بل بوتے پُر انہوں نے کل عالم کو للکارا اور قرآن کی تعلیمات کے ذریعے انتہائی قلیل مدت میں دنیا میں عظیم ترین انقلاب برپا کر دیا۔ اگر مسلمان اپنے اندر ایمان کی قوت، تنظیم، نظم و ضبط اور ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کر لیں تو انہیں دنیا بھر کی مخالف قوتوں سے ڈرنے کی ہرگز ضرورت نہیں۔

کلکتہ میں مسلمانوں سے خطاب

۶ جنوری ۱۹۳۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اسلام محض ایک مذہب نہیں بلکہ وہ ضابطۂ حیات ہے جس کا دنیا بھر میں کوئی بدل نہیں۔ یہ قانونی، معاشرتی اور اقتصادی امور پر حاوی ایک مکمل نظام ہے۔

مساوات، اخوت اور حریت اس کے بنیادی اصول ہیں۔

گیا (بہار) مسلم لیگ سے خطاب

۱۶ جنوری ۱۹۳۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اسلام ہر مسلمان سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنی اجتماعی ذمہ داریاں پوری کرے۔ ہندوستان کی تاریخ کے اس نازک موڑ پر ہم سب کو کسی بھی خدمت یا قربانی سے، خواہ وہ کتنی ہی مشکل ہو، دریغ نہیں کرنا چاہئے تا کہ ہم اپنے لئے وہ مقام حاصل کر سکیں جو ہماری روایات اور تاریخی ورثے کے شایانِ شان ہو۔

علیگڑھ کے طلباء کے نام پیغام

۵ اکتوبر ۱۹۳۹ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

رمضان المبارک روزہ رکھنے، عبادت کرنے اور پروردگار سے لو لگانے کا مہینہ ہے۔ قرآن پاک اسی مہینے میں نازل ہوا۔ اس کا بنیادی مقصد روحانی نظم وضبط پیدا کرنا ہے لیکن اس مہینے کے اخلاقی، تہذیبی اور جسمانی فوائد بھی کچھ کم نہیں۔ یہ آپ کو ادائیگیِ فرض کی خاطر مشکلات اور بھوک، پیاس برداشت کرنے اور جسمانی ضرورتوں کا غلام بننے کے بجائے ان کو زیر کرنا سکھاتا ہے۔ یہ آپ کے نظام ہاضمہ کو آرام دے کر اس کو زیادہ فعال بناتا ہے۔

عیدالفطر پر پیغام

۱۹ اکتوبر ۱۹۴۱ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

وہ چیز جس نے مسلمانوں کو متحد رکھا اور جو اس قوم کی اساس ہے وہ اسلام ہے۔ عظیم صحیفہ قرآن مجید مسلم ہندوستان کے عقیدے کی بنیاد ہے۔ مجھے امید ہے کہ جیسے جیسے ہم آگے بڑھیں گے ہم میں یکجہتی بڑھتی جائے گی کیونکہ ہم ایک خدا، ایک رسولؐ، ایک کتاب، ایک قبلہ، اور ایک ملت پر یقین رکھتے ہیں۔

مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ کراچی سے خطاب

۲۶ دسمبر ۱۹۴۳ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اسلام نے لوگوں کی ذاتوں اور طبقوں میں تقسیم کو جائز قرار نہیں دیا اور ہمارے رسول اکرمؐ نے ایسے تمام امتیازات مٹا دیے تھے۔ ہماری مضبوط اساس اسلام ہے جس میں شیعہ اور سنّی کا کوئی سوال نہیں۔ ہم سب ایک ہیں اور ہمیں ایک قوم کے طور پر آگے بڑھنا ہے۔ تب ہی پاکستان قائم رہ سکتا ہے۔

لاہور میں پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن سے خطاب

۱۹ مارچ ۱۹۴۴ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

پاکستان کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ ہم اپنی مملکت میں آزاد لوگوں کی طرح زندگی بسر کر سکیں اور اپنے اصولوں اور تہذیب کے مطابق ترقی کر سکیں۔ یہ ایک ایسا ملک ہو جہاں معاشی انصاف کے اسلامی اصول مکمل طور پر کارفرما ہوں۔

کراچی میں سول اور فوجی افسران سے خطاب

۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

میرا عقیدہ ہے کہ ہماری نجات ہمارے عظیم قانون دہندہ رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ سنہری اخلاقی اصولوں پر عمل کرنے میں مضمر ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی جمہوریت کی عمارت صحیح اسلامی نظریات پر قائم کریں۔ ہمارے پروردگار نے ہمیں بتایا ہے کہ امورِ مملکت میں تمام فیصلے باہمی صلاح مشورے سے کیئے جائیں۔

سبی میں شاہی جرگے سے خطاب

۱۴ فروری ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہماری اکثریت مسلمان ہے جو رسول اللہ حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہے۔ ہم اسلامی برادری کے رکن ہیں جس میں سب کو مساوی حقوق، وقار اور عزت نفس حاصل ہیں۔ اسی وجہ سے ہم میں بنیادی طور پر اتحاد کا ایک خصوصی اور گہرا شعور موجود ہے۔ تاہم اس کا یہ مطلب نہیں کہ پاکستان میں ملائیت یا اس سے ملتی جلتی کوئی چیز رائج ہو گی۔ اسلام دیگر مذاہب کے ساتھ رواداری کی تلقین کرتا ہے اور ہم ایسے تمام لوگوں کا خیر مقدم کرتے ہیں جو پاکستان کے سچّے اور وفادار شہریوں کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کرنا چاہتے ہوں۔

آسٹریلیا کے عوام سے نشری خطاب

۱۹ فروری ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

پاکستان کی بنیاد معاشرتی انصاف اور اسلامی مساوات پر قائم ہونی چاہیے۔ میں سب کیلئے مساوی مواقع کے مطالبے کی حمایت کرتا ہوں۔ یہ مقاصد متنازعہ نہیں ہیں کیونکہ ہم نے انہی کیلئے پاکستان کا مطالبہ کیا اور طویل جدوجہد کے

بعد اسے حاصل کیا تا کہ دنیاوی اور روحانی طور پر ہم اپنی روایات اور طرزِ فکر کے مطابق اپنے معاملات چلا سکیں۔ انسانی اخوت، مساوات اور بھائی چارہ ہمارے مذہب، ثقافت اور تہذیب کے بنیادی عناصر ہیں۔ ہم نے پاکستان کی جنگ اسی لئے لڑی کہ برصغیر میں ان انسانی حقوق کے غصب ہونے کا خطرہ تھا۔

چٹا گانگ میں عوام کے اجتماع سے خطاب

۲۶ مارچ ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

مغرب کے اقتصادی نظریات اور طور طریقے ایک خوشحال اور مطمئن قوم کی تشکیل میں ہماری مدد نہیں کر سکتے۔ ہمیں اپنے مقدر کو خود سنوارنا ہو گا اور دنیا کے سامنے ایک ایسا اقتصادی نظام پیش کرنا ہو گا جو انسانی مساوات اور معاشرتی عدل کے اسلامی تصورات پر مبنی ہو۔ اس طرح ہم بطور مسلمان بنی نوع انسان تک امن کا پیغام پہنچا سکیں گے کیونکہ صرف یہی انسانیت کو فلاح و بہبود اور شادمانی سے ہم کنار کر سکتا ہے۔

کراچی میں پاکستان اسٹیٹ بینک کی تاسیسی تقریب سے خطاب

یکم جولائی ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

جمہوریت اور مساوات

☆☆ ☆☆ ☆☆

اچھی حکومت کا مطلب مطلق العنان حکومت نہیں اور نہ ہی آمرانہ حکومت

ہے۔ اچھی حکومت وہ ہے جو عوام کے نمائندوں کو جوابدہ ہو۔

ضابطہ فوجداری کے بارے میں لیجسلیٹو کونسل میں تقریر

۱۹۲۵ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

آزادی کیلئے مسلمانوں نے قیامِ پاکستان کا مطالبہ کیا ہے جہاں وہ اپنی پسند کی حقیقی جمہوری حکومت قائم کرسکیں۔ اس حکومت کو پاکستانیوں کی اکثریت کی حمایت حاصل ہوگی اور وہ ذات پات، عقیدہ ومسلک یا رنگ ونسل کے امتیاز کے بغیر پاکستان کے تمام عوام کی خواہشات کے مطابق کام کرے گی۔

"ڈیلی ورکر" لندن کے نمائندے سے انٹرویو

۱۴ اکتوبر ۱۹۴۴ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

جمہوریت مسلمانوں کے خون میں رچی بسی ہے اور وہ تمام انسانوں کو آپس میں برابر سمجھتے ہیں۔ جب مَیں مسجد جاتا ہوں تو میرا شوفر اکثر میرے ساتھ ہی کھڑا ہوتا ہے۔ مسلمان اخوت، مساوات اور شخصی آزادی کے اصولوں پر یقین رکھتے ہیں۔

کنگز وے ہال، لندن میں تقریر

۱۳ دسمبر ۱۹۴۶ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

آپ آزاد ہیں، چاہیں تو مندر جائیں اور چاہیں تو مسجد یا پاکستان کی کسی اور عبادت گاہ میں۔ آپ کا کسی بھی مذہب، مسلک یا ذات سے واسطہ ہو، امورِ مملکت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں صدارتی خطبہ

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہمارا مقصد نہ صرف ہر شہری کو ہر قسم کے احتیاج اور خوف سے نجات دلانا ہے بلکہ اُسے آزادی، اخوت اور مساوات کی نعمتیں بھی مہیا کرنا ہے جس کی تلقین اسلام ہمیں کرتا ہے۔

کراچی میونسپل کارپوریشن کے سپاسنامے کے جواب میں

۲۵ اگست ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

دستور ساز اسمبلی کو ابھی پاکستان کا آئین تشکیل دینا ہے۔ مجھے اس کی حتمی شکل معلوم نہیں لیکن یقین ہے کہ یہ آئین جمہوری نوعیت کا ہوگا اور اس میں اسلام کے بنیادی اصول شامل ہوں گے جو آج بھی اسی طرح قابلِ عمل ہیں جیسے تیرہ سو سال پہلے تھے۔ اسلام نے ہمیں جمہوریت کا درس دیا ہے، اور انسانوں کے ساتھ مساوات اور انصاف کا سلوک کرنا سکھایا ہے۔ پاکستان کا آئین انہی زرّین اصولوں پر مبنی ہو گا۔ تاہم کسی بھی صورت میں پاکستان میں مُلّائیت رائج نہیں ہوگی۔ یہاں بہت سے غیر مسلم آباد ہیں جن میں ہندو، عیسائی اور پارسی شامل ہیں اور وہ سب ہماری طرح

پاکستانی ہیں۔ انہیں بھی دوسرے شہریوں کے برابر حقوق و مراعات حاصل ہوں گی اور وہ کاروبارِ مملکت میں اپنا پورا کردار ادا کرسکیں گے۔

امریکی عوام کیلئے نشری تقریر

فروری ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اب آپ کو اختیار ہے کہ جس حکومت کو چاہیں اقتدار سونپیں یا اقتدار سے الگ کریں۔ البتہ اس اختیار کے درست استعمال کیلئے آپ کو صحیح جمہوری طریقہ کار سمجھنا ہوگا۔

ڈھاکہ میں جلسۂ عام سے خطاب

۲۱ مارچ ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہم نے غلامی کی زنجیریں توڑ ڈالی ہیں۔ اب ہم ایک آزاد قوم ہیں۔ یہ سرزمین ہماری اپنی مملکت ہے۔ یہ حکومت عوام کی نمائندہ ہے، عوام کے سامنے جوابدہ ہے اور انہی کی فلاح کیلئے کام کررہی ہے۔

ڈھاکہ یونیورسٹی کے جلسۂ تقسیمِ اسناد سے خطاب

۲۴ مارچ ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

یہ آپ کی اپنی حکومت ہے جو اس سے پہلے کی حکومتوں سے مختلف ہے۔ جب یہ کوئی اچھا کام کرے تو اس کی تعریف بھی کردیا کریں۔ مَیں تنقید کا خیر مقدم کرتا ہوں، بشرطیکہ یہ دیانت دارانہ اور تعمیری ہو۔ یاد رکھیۓ اسی طرزِ عمل سے آپ حالات کو

جلد از جلد بہتر بنا سکیں گے اور یہی آپ کے عوام کے مفاد میں ہے۔

ایڈورڈز کالج پشاور میں خطاب

۱۸ اپریل ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

نمائندہ حکومتیں اور ادارے بلاشبہ جمہوریت کا لازمی جزو ہیں لیکن اگر لوگ انہیں اپنے ذاتی مفادات کے حصول کا ذریعہ بنالیں تو نہ صرف یہ اپنی قدر و قیمت کھو دیتے ہیں بلکہ بدنام بھی ہو جاتے ہیں۔ اس کا تدارک تب ہی ممکن ہو گا اگر ہم اپنے افعال کا احتساب کرتے رہیں اور انہیں انفرادی یا طبقاتی فائدے کے بجائے ملکی فلاح کی کسوٹی پر پرکھیں۔

کسی اقدام سے پہلے سوچیں کہ آیا یہ آپ کے ذاتی یا علاقائی مفاد کیلئے ہے یا ملک کی فلاح و بہبود کے لئے۔ اگر ہر فرد اس طرح اپنا جائزہ لے اور کسی خوف اور لالچ کے بغیر اپنے آپ اور دوسروں کیلئے دیانت داری کو لازم قرار دے تو ہمارا مستقبل درخشاں ہو گا۔ اگر سرکاری ملازمین اور عوام انہی اصولوں پر کاربند رہے تو حکومت، قوم اور ملک کا معیار بلند ہو گا اور پاکستان دنیا کے عظیم ترین ملکوں کی صف میں شامل ہو جائے گا۔

بلدیہ کوئٹہ کے سپاسنامے کے جواب میں

۱۵ جون ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

کردار

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہم نے بحیثیت مسلمان اپنے اعلیٰ کردار کو ترک کر دیا ہے۔ کردار کیا ہے؟

کردار عزتِ نفس، دیانت داری، مضبوط عقیدہ اور قومی مفاد پر ذاتی مفاد کی قربانی کا نام ہے۔

دہلی میں مسلم ارکانِ اسمبلی سے خطاب
۱۱ اپریل ۱۹۴۶ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اپنے دلوں کو ٹٹولیئے اور سوچیئے کہ کیا آپ نے اس نئی اور عظیم مملکت کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کیا ہے؟

کام کتنا ہی مشکل ہو کبھی نہ گھبرائیں۔ تاریخ میں کئی ایسی مثالیں موجود ہیں جب نوزائیدہ اقوام نے محض عزمِ راسخ اور قوّتِ کردار کے بل پر اپنی تعمیر کی۔ آپ کی تخلیق جوہرِ خالص سے ہوئی ہے اور آپ کسی سے کم تر نہیں۔ اپنے اندر مجاہدانہ جذبہ پیدا کریں۔ آپ کی تاریخ عزم واستقلال، رفعتِ کردار اور سرفروشی کی درخشاں مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

پنجاب یونیورسٹی اسٹیڈیم، لاہور میں خطاب
۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

معاشرتی خرابیاں

☆☆ ☆☆ ☆☆

رشوت اور بددیانتی برصغیر کی بدترین خرابیاں ہیں جو زہر کے مانند ہیں۔

انہیں آہنی ہاتھوں سے کچلنا ہوگا۔ ان کے علاوہ ناجائز فائدہ اٹھانے اور اقربا پروری جیسی لعنتیں بھی موجود ہیں جن کا سختی سے خاتمہ کرنا ضروری ہے۔ مَیں صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ مَیں کسی قسم کی بددیانتی، اقربا پروری یا سفارش کو برداشت نہیں کروں گا۔

پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں صدارتی خطبہ

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

مَیں سیاسی رہنماؤں پر یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ سرکاری ملازمین کے کارِ منصبی میں دخل دیں گے اور ان پر سیاسی دباؤ ڈالیں گے تو اس کا نتیجہ بدعنوانی، رشوت ستانی اور اقربا پروری کی شکل میں برآمد ہوگا۔ اس خطرناک مرض میں آپ کے صوبے کے علاوہ دوسرے صوبے بھی مبتلا ہیں۔ ایسے لوگ آپ کے کام میں مداخلت کر کے پاکستان کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

پشاور میں سرکاری افسروں سے خطاب

۱۴ اپریل ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

جاگیرداری اور سرمایہ داری

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

پاکستان میں عوام کی حکومت ہوگی۔ مَیں اُن جاگیرداروں اور سرمایہ داروں

کو متنبہ کرنا چاہوں گا جنہیں ایک فاسد اور ظالمانہ نظام نے اتنا بے حس اور خود غرض بنا دیا ہے کہ کسی دلیل یا فہمائش کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ عوام کا استحصال ان کے خون میں سرایت کر چکا ہے اور وہ اسلام کی تعلیمات کو بھلا بیٹھے ہیں۔ لالچ کے باعث یہ لوگ عوام کی بہتری کے بجائے اپنی تجوریاں بھرنے میں مصروف ہیں۔ ملک میں لاکھوں لوگ ایسے ہیں جن کو ایک وقت کی روٹی بھی مشکل سے ملتی ہے۔ کیا اسی کا نام تہذیب ہے؟ کیا پاکستان اس لئے بنایا جا رہا ہے کہ لاکھوں لوگوں کا استحصال جاری رہے؟ اگر یہی پاکستان کا تصور ہے تو مجھے ایسا پاکستان نہیں چاہیئے۔

مسلم لیگ کے تیئیسویں سالانہ اجلاس منعقدہ دہلی سے خطاب

۲۴ اپریل ۱۹۴۳ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہمارا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ مال دار اور زیادہ مالدار ہو جائیں اور دولت چند ہاتھوں میں اکھٹی ہو جائے۔ ہمارا مطمح نظر یہ ہونا چاہئے کہ عوام کے معیارِ زندگی کے درمیان فرق دور کریں۔ ہمارا نصب العین اسلامی معیشت ہونا چاہئے نہ کہ سرمایہ دارانہ نظام۔ ہمیں ہمیشہ عوام کی فلاح و بہبود کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے۔

دہلی میں مسلم لیگ پلاننگ کمیٹی کے اجلاس سے خطاب

۶ نومبر ۱۹۴۴ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

☆☆ ☆☆ ☆☆

تعلیم و تربیت

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہمیں عوامی خواندگی کو فروغ دینے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرنا چاہئے تا کہ ابتدائی تعلیم ہمہ گیر ہو جائے اور ان لاکھوں افراد تک علم کی روشنی پہنچ سکے، جو جہالت کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے ہیں اور جن کو اپنے بنیادی حقوق تک کا شعور نہیں۔ ہمیں ایسے تمام اقدامات کرنے ہوں گے جو ابتدائی تعلیم کو لازمی قرار دینے کیلئے ضروری ہیں۔

مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ بمبئی سے خطاب

دسمبر ۱۹۲۴ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہمارے ملک کا مستقبل بڑی حد تک اس بات پر منحصر ہے کہ ہم اپنے بچوں کو کس معیار کی تعلیم دیتے ہیں اور اچھے شہری بننے کیلئے ان کی کیسی تربیت کی جاتی ہے۔ عام مضامین کے علاوہ سائنس اور انجینئرنگ کی تعلیم اقتصادی ترقی کیلئے ضروری ہے۔ ہمیں لوگوں کو سائنس، تجارت اور صنعت کی طرف راغب کرنا ہوگا تا کہ ہم باقی دنیا سے مقابلہ کر سکیں جو ان شعبوں میں تیزی سے ترقی کر رہی ہے۔

ساتھ ہی ہمیں اپنی نئی نسل میں مناسب تعلیم کے ذریعے عزتِ نفس، دیانت، احساسِ ذمہ داری اور بے لوث خدمت کا جذبہ ابھارنا ہے۔ تا کہ وہ قومی زندگی میں اپنا

کردار ایسے احسن طریقے سے ادا کرسکیں جو پاکستان کیلئے باعثِ فخر ہو۔

آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ کراچی کیلئے پیغام

۲۷ نومبر ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہمارے کالجوں کی اولین ترجیح زراعت، حیوانیات، انجینئرنگ، طب اور دوسرے مہارت طلب شعبوں میں اوّل درجے کے ماہرین پیدا کرنے کیلئے ہونی چاہیے۔ صرف اسی طرح ہم عوام کا معیارِ زندگی بلند کرسکیں گے۔

ایڈورڈز کالج پشاور میں تقریر

۱۸ اپریل ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

طلباء کو نصیحت

☆☆ ☆☆ ☆☆

محض خواب دیکھنے اور تصوراتی دنیا میں بسے رہنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ طلباء کے سامنے ایک عظیم مستقبل ہے۔ آپ کو سمجھنا چاہئے کہ ملک کو کیا مسائل درپیش ہیں اور ان کا بغور تجزیہ کرنا چاہئے۔ آپ اس ملک کا مستقبل سنوارنے میں بھرپور کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ وزارتوں میں دیانت دار، پُر خلوص اور محبّ وطن افراد شامل ہوں تو عوام کے حقیقی نمائندوں کو منتخب کرانے کیلئے اپنے آپ کو منظّم کیجئے۔

لاہور میں ایک جلسۂ عام میں تقریر

۱۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

تعطیلات کے دوران طلباء کو چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ توجہ قومی تعمیر کے کاموں کو دیں۔ ان کاموں میں عوامی خواندگی میں اضافہ، معاشرتی بہبود، اقتصادی ترقی، سیاسی بیداری اور نظم و ضبط کی تلقین شامل ہیں۔

مسلم یونیورسٹی یونین علی گڑھ سے خطاب

۱۰ مارچ ۱۹۴۱ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

پاکستان کو اپنی نوجوان نسل خصوصاً طلباء پر فخر ہے جو آزمائش کی ہر گھڑی میں ہمارا ہراول دستہ رہے ہیں۔ آپ آنے والے کل کے معمار ہیں۔ آپ کو عملی زندگی میں جو محنت طلب کام کرنے ہیں اُن سے نبرد آزما ہونے کیلئے خود کو نظم و ضبط اور تعلیم و تربیت سے آراستہ کریں۔

لاہور میں پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے وفد سے خطاب

۳۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

میرے نوجوان دوستو! میں آپ کو پاکستان کے مستقبل کے اصل معمار سمجھتا ہوں۔ نہ تو دوسروں کو موقع دیں کہ وہ آپ کو غلط طریقے سے استعمال کر سکیں اور نہ ہی خود راستے سے بھٹکیں۔ اپنے درمیان مکمل اتحاد اور یگانگت پیدا کریں۔ خدمتِ قوم میں اوروں کیلئے مثال قائم کریں۔ اگر آپ نے اس وقت اپنی توانائیاں ضائع کر دیں تو ہمیشہ پچھتائیں گے۔ اپنی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ہی آپ اپنے لئے اور

اپنے ملک کیلئے مکمل آزادی اور پوری توجہ سے کام کرسکیں گے۔

ڈھاکہ میں ایک جلسۂ عام سے خطاب

۲۱ مارچ ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

آپ میں سے جو لوگ عملی زندگی میں داخل ہونے والے ہیں انہیں پاکستان کے دشمنوں اور موقع پرست سیاستدانوں سے خبردار رہنا ہوگا۔ جن کی تعلیم ابھی جاری ہے انہیں کسی سیاسی جماعت کا آلۂ کار نہیں بننا چاہیے۔

☆☆ ☆☆ ☆☆

آپ پر اپنی ذات، اپنے والدین اور ملک کی طرف سے پہلا فرض یہ عائد ہوتا ہے کہ آپ ہمہ تن پڑھائی پر توجہ دیں۔ صرف اسی طرح آپ زندگی کی اس جدوجہد کیلئے تیار ہوسکیں گے جس کا آپ کو سامنا کرنا ہوگا۔ یوں آپ اپنے ملک کا قیمتی اثاثہ، اس کی قوت کا سرچشمہ اور اس کا سرمایۂ افتخار بن سکتے ہیں اور اس کو درپیش معاشرتی اور معاشی مسائل حل کرنے میں مدد دے سکتے ہیں تاکہ یہ دنیا کی جدید ترین اور طاقتور اقوام میں شامل ہوجائے۔

ڈھاکہ یونیورسٹی کے جلسۂ تقسیمِ اسناد سے خطاب

۲۴ مارچ ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

آپ پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو نظم وضبط، اعلیٰ کردار اور خوداعتمادی سے

مزیّن کریں، پوری توجہ سے پڑھائی کریں اور ٹھوس بنیادوں پر تعلیم حاصل کریں۔ یہی آپ کی اپنے لئے، اپنے والدین اور ملک کیلئے اولین ذمہ داری ہے۔ حکم ماننا سیکھیں تاکہ حکم دینے کے قابل ہو سکیں۔ حکومت پر تنقید کرتے ہوئے تعمیری انداز اختیار کریں تو حکومت ایسی تنقید کا خیر مقدم کرتی ہے۔

اسلامیہ کالج پشاور کے طلبا سے خطاب

۱۲ اپریل ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

خواتین

☆☆ ☆☆ ☆☆

کوئی بھی قوم عظمت کی بلندیوں کو اس وقت تک نہیں چھو سکتی جب تک اس کی خواتین مردوں کے شانہ بشانہ نہ کھڑی ہوں۔ ہم نے غلط رسم و رواج سے متاثر ہو کر اپنی خواتین کو گھر کی چار دیواری میں قید کر رکھا ہے جو انسانیت کے خلاف ایک جرم ہے۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ آپ مغربی طرزِ زندگی کی برائیوں کی نقالی کریں لیکن خود اسلام نے حقوقِ نسواں کے جو معیار مقرر کئے ہیں ہم ان کے مطابق اپنی خواتین کا رتبہ بلند کر سکتے ہیں۔

مسلم یونیورسٹی یونین، علی گڑھ سے خطاب

۱۰ مارچ ۱۹۴۴ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

کہتے ہیں کہ جو ہاتھ گہوارے کی ڈوری ہلاتا ہے قوم کی باگ ڈور بھی اسی میں ہوتی ہے۔ صرف روشن خیال اور تعلیم یافتہ خواتین قوم کے شایانِ شان بچے پروان چڑھا سکتی ہیں۔ اسلام کی تاریخ شاہد ہے کہ عورتوں نے ہمیشہ مردوں کے شانہ بشانہ کام کیا ہے۔ جب تک ہم اپنی عورتوں کو اپنے ساتھ لے کر نہیں چلتے ہماری قوم کوئی بڑا کام سرانجام نہیں دے سکتی۔

پشاور میں خواتین کے جلسے میں تقریر

۲۶ نومبر ۱۹۴۵ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

قوم کی تعمیر و ترقی اور اس کی یکجہتی برقرار رکھنے کے عظیم کام میں خواتین کو انتہائی اہم کردار ادا کرنا ہے۔ انہی کے ہاتھوں میں نوجوانوں کی تربیت ہے جو کسی قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں۔ مجھے علم ہے کہ حصولِ پاکستان کی طویل جدوجہد میں مسلم خواتین نے پوری تندہی سے اپنے مردوں کی پشت پناہی کی۔ اب تعمیرِ پاکستان کی زیادہ بڑی جدوجہد میں کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ دیجئے کہ پاکستان کی خواتین مردوں سے پیچھے رہ گئیں یا اپنے قومی فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہیں۔

ریڈیو پاکستان ڈھاکہ سے نشریہ

۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

☆☆ ☆☆ ☆☆

انتظام وانصرام

☆☆ ☆☆ ☆☆

سرکاری ملازمین، جن کے ذمّے حکومت کی پالیسی کا نفاذ ہے، اس بات کو یقینی بنائیں کہ اس پالیسی پر سختی سے عمل کیا جائے تاکہ لوگ حکومت پر یہ الزام نہ لگا سکیں کہ وہ جو کہتی ہے کرتی نہیں۔ یہ آپ ہی ہیں جو عوام کو حکومت کے ارادوں کے خلوص کا یقین دلا سکتے ہیں۔

کراچی میں سول اور ملٹری افسران سے خطاب

۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اس دنیا میں اپنے ضمیر سے بڑھ کر اور کوئی انسان کا محتسب نہیں۔ آپ کو اس کے لئے تیار رہنا چاہئے تاکہ جب اللہ تعالیٰ کا سامنا ہو تو یہ کہہ سکیں کہ آپ نے اپنا فرض انتہائی خلوصِ نیت، دیانت داری، وفاداری اور تن دہی سے انجام دیا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس جذبے کو اپنائینگے اور اسی کے تحت کام کریں گے۔

سبّی میں سول افسروں سے خطاب

۲۱ فروری ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اپنی انتظامیہ سے آپ یہ توقع نہیں رکھ سکتے کہ وہ ہر طرح کی خرابی سے

پاک ہو کیونکہ دنیا کا کوئی ملک اس سے مبرّا نہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ کی انتظامیہ بے عیب ہے یا یہ کہ اس میں اصلاح کی کوئی گنجائش نہیں۔ سچے پاکستانیوں کی مخلصانہ تنقید کا ہمیشہ خیر مقدم کیا جائے گا لیکن بعض حلقے ہمہ وقت شکایتوں اور عیب جوئی میں مصروف رہتے ہیں اور کبھی تعریف کا ایک لفظ منہ سے نہیں نکالتے یہ امر میرے لئے تکلیف دہ ہے۔ اگر آپ دیکھیں کہ حکومت اور اس کے وفادار ملازم دن رات آپ کی خدمت میں جٹے رہتے ہیں تو چند تعریفی کلمات کہہ دینے میں بخل نہ کریں۔

ڈھاکہ میں جلسۂ عام سے خطاب

۲۱ مارچ ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ملک کی تعمیر و ترقی کا کام، آزادی کے حصول کیلئے لڑی جانے والی جنگ سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ جیل جانا اور آزادی کیلئے لڑنا، اچھے طریقے سے حکومت چلانے کی نسبت آسان کام ہے۔

ڈھاکہ یونیورسٹی کے جلسۂ تقسیمِ اسناد سے خطاب

۲۴ مارچ ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

آپ مملکتِ پاکستان کے خادم ہیں اور اسی حیثیت سے عوام کی خدمت کر کے آپ اپنے فرائضِ منصبی سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ جب لوگ آپ کے پاس کسی کام کیلئے آئیں تو انہیں یہ تاثر نہ دیں کہ آپ انہیں حقیر سمجھتے ہیں اور آپ ایک غصیلے

آدمی ہیں اور نہ ہی ان کے ساتھ توہین آمیز رویہ اختیار کریں۔

چٹاگانگ میں سرکاری افسروں سے خطاب

۲۵ مارچ ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

آپ حکم چلانے کے لئے نہیں بلکہ عوام کی خدمت کے لئے مامور ہیں۔ انہیں یقین دلائیں کہ آپ ان کے خادم اور دوست ہیں۔ وقار، دیانت داری اور عدل وانصاف کے اعلیٰ ترین معیار قائم رکھیں تاکہ لوگ آپ پر اعتماد کریں اور آپ کو اپنا خیر خواہ سمجھیں۔ آپ کو کسی سیاسی جماعت یا سیاستدان کے دباؤ میں نہیں آنا چاہیۓ۔ اگر آپ پاکستان کے وقار اور عظمت کو دوبالا کرنا چاہتے ہیں تو بے خوفی اور دیانتداری کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دیں۔ عمالِ حکومت ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں۔ حکومتیں بنتی اور ٹوٹتی رہتی ہیں۔ وزیر آتے جاتے رہتے ہیں لیکن آپ بدستور اپنے عہدوں پر قائم رہتے ہیں۔ اسی لئے آپ کے کاندھوں پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

پشاور میں سول افسروں سے خطاب

۱۴ اپریل ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

کام کی اہمیت

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہمارے کاندھوں پر جتنی بھاری ذمہ داریاں آن پڑی ہیں ان سے عہدہ برآ

ہونے کیلئے ہمارا عزم اور کوشش بھی اتنی ہی زیادہ ہونی چاہئے۔ ان فرائض کی ادائیگی ہم سے جدوجہد اور قربانی کی طالب ہوگی۔ اب صحیح معنوں میں ٹھوس کام کرنے کا وقت آ گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ مسلمان اپنی زبردست صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر راستے کی تمام رکاوٹوں کو عبور کرلیں گے جو بظاہر بہت دشوار نظر آتی ہیں۔

عید کے موقع پر قوم کے نام پیغام

۱۸ اگست ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہمارے دشمنوں کی سازشوں کا مناسب توڑ یہ ہے کہ ہم مصمم ارادے سے اپنی مملکت کو مضبوط اور محکم بنیادوں پر تعمیر کرنے میں جُٹ جائیں۔ ایک ایسی مملکت جہاں ہماری آئندہ نسلیں اچھی زندگی گزار سکیں۔ اس کیلئے ہمیں کام اور مسلسل کام کرنا ہوگا۔ قدرت نے ہمیں یہ ثابت کرنے کا شاندار موقع دیا ہے کہ ہم ایک نئ مملکت کی تعمیر کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ دنیا کو یہ کہنے کا موقع نہ دیں کہ ہم اس ذمہ داری کے اہل نہیں تھے۔

کراچی میں سول اور ملٹری افسران سے خطاب

۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اگر آپ حوصلے اور امید کے ساتھ اپنا کام کریں تو کامیابی یقینی ہے۔ آپ کو ہرگز دل شکستہ نہیں ہونا چاہئے۔ اسلام کی تاریخ جاں بازی، ہمت اور اولو العزمی کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ لہٰذا رکاوٹوں اور مزاحمت سے بے نیاز ہو کر آگے بڑھیں۔

یقیناً سات کروڑ افراد کی اس عظیم قوم کو، جو ایک قابلِ فخر تہذیب اور تاریخ کی وارث ہے، کسی چیز سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ اگر کام، کام اور مزید کام کرتے رہے تو ضرور کامیاب ہوں گے۔ یاد رکھیں ہمارا دستورالعمل اتحاد، تنظیم اور یقینِ محکم ہے۔

ریڈیو پاکستان لاہور سے نشریہ

۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

صوبائی تعصّب

☆☆ ☆☆ ☆☆

کیا آپ نے وہ سبق فراموش کر دیا ہے جو تیرہ سو سال پہلے ہمیں اسلام نے سکھایا تھا؟ وہ سبق یہ ہے کہ ہم اور جو کچھ بھی ہوں بنیادی طور پر مسلمان ہیں۔ جب تک آپ پاکستان کے جسدِ سیاست سے صوبائی عصبیت کے زہر کو ختم نہیں کریں گے آپ کبھی ایک طاقتور قوم نہیں بن پائیں گے اور وہ کچھ حاصل نہیں کر سکیں گے جو آپ کیلئے میری تمنا ہے۔ ہمارے دشمن چاہتے ہیں کہ وہ پاکستان میں انتشار پھیلا کر اسے نقصان پہنچائیں۔ آپ ان سے خبردار اور چوکس رہیں اور ان کے دلفریب نعروں اور وعدوں کے جال میں نہ پھنسیں۔

ڈھاکہ میں جلسۂ عام میں تقریر

۲۱ مارچ ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اگر ہم نے یوں سوچنا شروع کر دیا کہ ہم پہلے پنجابی، سندھی وغیرہ اور بعد

میں مسلمان یا پاکستانی ہیں تو پاکستان بکھر کر رہ جائے گا۔ میری اس بات کو دور از قیاس نہ سمجھیں۔ ہمارے دشمن اس منفی رجحان کے امکانات کو بخوبی سمجھتے ہیں اور میں آپ کو خبردار کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ اسے اپنے مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

ریڈیو پاکستان ڈھاکہ سے نشریہ

۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اپنے صوبے سے لگاؤ اور اپنے وطن سے محبت کے درمیان امتیاز کرنا سیکھیں۔ وطن کی محبت ہمیں صوبائیت سے دور لے جا کر وسعتِ نظر کا تقاضہ کرتی ہے تا کہ ہم ذاتی اور صوبائی مفادات کو ملکی مفادات میں ضم کر سکیں۔ یاد رکھیے ملک سے وابستگی کے بعد ہی صوبے، ضلعے، شہر، گاؤں اور فرد کی باری آتی ہے۔ ہم ایک ایسی مملکت کی تعمیر کر رہے ہیں جو پورے عالمِ اسلام کی تقدیر بدلنے میں اہم کردار ادا کرے گی۔ ہمیں اپنے ذہنی افق کو وسیع کرنا اور حب الوطنی کا ایسا شعور پیدا کرنا ہوگا جو ہمیں ایک متحرک، متحد اور مضبوط قوم بنا دے۔ اسی طرح ہم اُس منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں جس کیلئے لاکھوں مسلمانوں نے اپنا سب کچھ لٹا دیا اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔

اسلامیہ کالج پشاور سے خطاب

۱۲ اپریل ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اب ہم سب پاکستانی ہیں نہ کہ بلوچ، سندھی یا پنجابی وغیرہ۔ اب ہماری سوچ

اور طرزِ عمل ایک پاکستانی کا ہونا چاہئے اور ہمیں صرف پاکستانی کہلانے پر فخر ہونا چاہئے۔

علاقائی لگاؤ کی اپنی اہمیت ہے لیکن ملک کے ہر حصے کی بہتری پورے ملک کی بقا کے ساتھ وابستہ ہے۔ لوگ اس حقیقت کو فراموش کر کے مقامی، علاقائی اور صوبائی مفادات کو قومی مفادات سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ مجھے بہت دکھ ہوتا ہے جب پاکستان میں کوئی طبقہ صوبہ پرستی کی لعنت میں گرفتار نظر آتا ہے۔

بلدیہ کوئٹہ کے سپاسنامے کے جواب میں

۱۵ جون ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

مسلح افواج

☆☆ ☆☆ ☆☆

اس دنیا میں کمزور اور دفاعی قوت سے محروم قومیں دوسروں کو جارحیت کی دعوت دیتی ہیں۔ قیامِ امن کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کمزور ہیں لہٰذا ہمیں ڈرایا دھمکایا جا سکتا ہے، ان کے ذہنوں سے یہ خوش فہمی نکال دیں۔ یہ تب ہی ممکن ہے کہ ہم مضبوط اور طاقتور ہوں۔

ایچ ایم پی ایس ''دلاور'' کے عملے سے خطاب

۲۳ جنوری ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

یہ قدرت کا اٹل قانون ہے کہ جو سب سے تنومند ہو گا وہی باقی رہے گا۔ اپنی حاصل کردہ آزادی کی حفاظت کیلئے ہمیں خود کو توانا ثابت کرنا ہو گا۔ آپ نے دنیا کو فسطائیت سے نجات دلانے اور اسے جمہوریت کیلئے محفوظ کرنے کی خاطر دور دراز

میدانوں میں لڑائیاں لڑی ہیں۔ اب آپ کو اپنے وطن میں اسلامی جمہوریت، معاشرتی عدل اور انسانی مساوات کے تحفظ کیلئے سینہ سپر ہونا ہوگا۔ آپ کو ہر لمحہ نہایت چوکس رہنا ہوگا کیونکہ آرام کا وقت ابھی نہیں آیا۔ یقین، نظم وضبط اور بے لوث ادائیگیِ فرض سے کوئی چیز ایسی نہیں جو آپ حاصل نہ کرسکیں۔

طیارہ شکن توپخانے سے ملیر میں خطاب

۲۱ فروری ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

فوج کے جذبہ رفاقت کو فراموش نہ کیجئے۔ اپنی رجمنٹ پر فخر، اپنی فوج پر ناز اور اپنے وطن پاکستان سے لگن لازم ہے۔ پاکستان آپ پر انحصار کرتا ہے اور ملک کے محافظ کی حیثیت سے آپ پر اعتماد رکھتا ہے۔

پاکستان آرمرڈ کور سینٹر نوشہرہ سے خطاب

۱۳ اپریل ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اصل اہمیت عمل کی ہے الفاظ کی نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جب بھی آپ کو اپنے ملک کے دفاع اور اپنی قوم کی حفاظت کیلئے پکارا جائے گا آپ اپنی شاندار روایات پر پورے اتریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ پاکستان کے پرچم کو سربلند اور ایک عظیم قوم کی حیثیت سے اس کے وقار کو قائم رکھیں گے۔

۲/۱۵ پنجاب مشین گن رجمنٹ سے پشاور میں خطاب

۱۵ اپریل ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

☆☆ ☆☆ ☆☆

صحافت

☆☆ ☆☆ ☆☆

میں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ کوئی ایسا صحافی جس پر بغاوت کی ترغیب اور بددلی پھیلانے کا الزام ہو یا جو نسلی منافرت کو ہوا دینے کا مرتکب ہوا ہو قانون کی سرزنش سے چھوٹ جائے۔ البتہ میں یہ ضرور کہوں گا کہ ایسے بے گناہ صحافیوں کو پورا تحفظ دیا جائے جو احساسِ ذمہ داری اور دیانت کے ساتھ حکومت پر آزادانہ نکتہ چینی کرتے ہوں کیونکہ اس سے حکومت صحیح صورت حال سے باخبر رہتی ہے۔

مرکزی قانون ساز کونسل میں تقریر

۱۹ ستمبر ۱۹۱۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

قوم کی ترقی اور فلاح کیلئے اخبارات ایک اہم اور نہایت ضروری کردار ادا کرتے ہیں۔ انہی کے ذریعے کسی قوم کی فکری رہبری کی جا سکتی ہے اور زندگی کے تمام شعبوں میں بہتری پیدا کرنے کیلئے رائے عامہ کو ڈھالا جا سکتا ہے۔

روزنامہ ''ڈان'' کی پہلی سالگرہ پر پیغام

۱۲ اکتوبر ۱۹۴۳ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

قدرتی وسائل

☆☆ ☆☆ ☆☆

مجھے کوئی شک نہیں کہ جب پاکستان کی افرادی قوت اور اس کے وسیع ذرائع

پوری طرح بروئے کار لائے جائیں گے تو اس کا مستقبل بہت تابندہ ہوگا۔ جو راستہ ہمیں طے کرنا ہے وہ دشوار ہوسکتا ہے لیکن عزم و ہمت سے ہم اسے طے کر کے ایک مضبوط اور خوشحال ملک کی تعمیر کر سکتے ہیں۔

پاکستان کے نئے سکّوں کی رونمائی کے موقع پر

یکم اپریل ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

قدرت نے آپ کو ہر چیز دے رکھی ہے اور آپ کا ملک غیر محدود وسائل سے مالا مال ہے۔ آپ کی مملکت کی تشکیل کا بنیادی کام مکمل ہو چکا ہے اور اب یہ خود آپ پر منحصر ہے کہ آپ کتنی جلدی اور کس عمدگی سے اس کی تعمیر و ترقی کا کام کرتے ہیں۔ پس قدم آگے بڑھائیں۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو۔

پاکستان کی پہلی سالگرہ پر پیغام

۱۴ اگست ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

خودانحصاری

☆☆ ☆☆ ☆☆

اس ولندیزی کہاوت کو اپنے ذہن میں رکھیں:۔

اگر دولت گنوا دی تو کچھ نہیں کھویا

اگر جرأت گنوا دی تو کچھ کھو دیا

اگر عزت گنوادی تو بہت کچھ کھو دیا

اگر روح گنوادی تو سب کچھ کھو دیا

مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن لاہور سے خطاب

۲ مارچ ۱۹۴۱ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہم نے جو مؤقف اختیار کر رکھا ہے اس سے ایک انچ انحراف کرنے کو تیار نہیں۔ کوئی چیز بھی ہمیں اپنی منزلِ مقصود سے بھٹکا نہیں سکتی۔ ہم نے اپنے مفادات کی نگہداشت اور حفاظت کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے اور ہم خود اس کی اہلیت بھی رکھتے ہیں۔

مسلم یونیورسٹی یونین علی گڑھ میں تقریر

۲ نومبر ۱۹۴۱ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

میرے عزیز ہم وطنو! پاکستان بڑے وسیع امکانات اور وسائل کی سرزمین ہے لیکن اسے مسلم قوم کے شایانِ شان مملکت بنانے کیلئے ہمیں اپنی توانائی کی ہر اس رمق کی ضرورت ہوگی جو ہمارے بدن میں ہے اور مجھے پورا پورا یقین ہے کہ ہم سب اس کوشش سے دریغ نہیں کریں گے۔

ریڈیو پاکستان کے افتتاح پر قوم کو پیغام

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہمیں جن دشواریوں اور مصائب کا سامنا ہے ان کی مثال نہیں ملتی۔ تاہم

خوف و ہراس اور درد و کرب کے دن گذر چکے ہیں۔ مَیں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جرأت، حوصلے اور خود اعتمادی کے بل بوتے پر اور خدا کے فضل و کرم سے ہم سرخرو ہو کر رہیں گے۔

یونیورسٹی اسٹیڈیم لاہور میں جلسۂ عام سے خطاب

۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

تجارت و صنعت

☆☆ ☆☆ ☆☆

اگر پاکستان کو وہ کردار ادا کرنا ہے جس کا وہ اپنے رقبے، افرادی قوت اور قدرتی وسائل کی بناء پر اہل ہے تو اسے زراعت کے ساتھ ساتھ صنعتوں کو ترقی دے کر اپنے اقتصادی نظام کو صنعتی رخ دینا ہوگا۔ اپنے ملک میں مختلف صنعتیں قائم کر کے ہم اشیائے ضرورت کیلئے بیرونی ممالک پر انحصار کم کر سکتے ہیں۔ اس طرح لوگوں کو روزگار فراہم ہوگا اور ملکی دولت میں اضافہ بھی ہوگا۔

میں یہ بھی امید کرتا ہوں کہ اپنے کارخانے کی منصوبہ بندی کرتے وقت آپ نے کارکنوں کو رہائش اور دوسری سہولتیں بہم پہنچانے کا اہتمام کیا ہوگا کیونکہ کوئی صنعت اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک اس کے کارکن مطمئن نہ ہوں۔

ولیکا ٹیکسٹائل ملز کراچی کا سنگِ بنیاد رکھنے کی تقریب میں تقریر

۲۶ ستمبر ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

تجارت اور کاروبار کسی ملک و قوم کی شہ رگ ہوتے ہیں۔ جس طرح

کاشتکاروں اور سرکاری ملازمین کے بغیر پاکستان نہیں چل سکتا اسی طرح تاجروں کے بغیر پاکستان نامکمل رہے گا۔ مجھے کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں تاجروں اور کاروباری لوگوں کا ہمیشہ خیر مقدم کیا جائے گا۔ مجھے توقع ہے کہ وہ ذاتی منفعت کے حصول کے دوران ہر کس و ناکس کے ساتھ منصفانہ سلوک کرنے میں اپنی معاشرتی ذمہ داری کو نہیں بھولیں گے۔

ثقافت کے مقابلے میں تجارت کہیں زیادہ بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کو ایسا طریقۂ کار اپنانا چاہیئے کہ آپ کے ہر اقدام سے پاکستان کے وقار اور قوت میں اضافہ ہو۔ مجھے امید ہے کہ پاکستانی تاجر کاروباری اصولوں اور دیانت داری کا اعلیٰ معیار قائم کریں گے۔ میری خواہش ہے کہ پاکستانی مصنوعات دنیا بھر کی منڈیوں میں اعلےٰ معیار کا نمونہ بن جائیں۔ اس کیلیئے کوشش کی ابتدا ابھی سے ہونی چاہیئے۔ اس کام میں حکومت آپ کی ہر ممکن مدد کرے گی۔

کراچی ایوانِ تجارت سے خطاب

۲۷ اپریل ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

خارجہ تعلقات

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہم ہندوستان کے ساتھ اچھے ہمسایوں والے تعلقات رکھیں گے جس طرح کہ دو آزاد مملکتوں کے درمیان ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مَیں پہلے کئی بار کہہ چکا ہوں

پاکستان پورے برصغیر کے خلاف کسی بیرونی معاندانہ اقدام اور جارحیت کو برداشت نہیں کرے گا۔

ڈیلی ''ورکر'' لندن کے نامہ نگار کو انٹرویو

١٤ اکتوبر ١٩٤٧ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

مجھے امید ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کی دونوں مملکتیں دیرینہ ہمسائیگی اور باہمی مفاد کے تقاضوں کے سبب برصغیر میں دوست بن کر رہیں گی۔ اگر کسی ایک مملکت کو کوئی خطرہ درپیش ہوا تو دوسری اس کی مدد کو پہنچے گی۔

نئی دہلی میں پریس کانفرنس سے خطاب

١٥ نومبر ١٩٤٦ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہمارا مقصد اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک امن و آشتی ہے۔ ہم پُرامن زندگی گزارنا چاہتے ہیں اور اپنے قریبی ہمسایوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کے ساتھ خوشگوار اور دوستانہ تعلقات قائم رکھنے کے خواہش مند ہیں۔ ہمارا کسی کے خلاف کوئی جارحانہ ارادہ نہیں۔ ہم اقوام متحدہ کے منشور کی حمایت کرتے ہیں اور عالمی امن و خوشحالی کیلئے بھرپور کردار ادا کرنے کو تیار ہیں۔

ریڈیو پاکستان کے افتتاح کے موقع پر پیغام

١٥ اگست ١٩٤٧ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

مَیں ہندوستان میں مقیم اپنے مسلمان بھائیوں کو یہی مشورہ دوں گا کہ جس

مملکت میں وہ بس رہے ہیں بلا پس و پیش اس کے ساتھ مکمل وفاداری نبھائیں۔ ساتھ ہی انہیں چاہئے کہ وہ خود کو نئے سرے سے منظّم کریں اور ایک ایسی موزوں قیادت سامنے لائیں جو ان مشکل حالات میں ان کی درست رہنمائی کر سکے۔

سرکاری افسروں سے کراچی میں خطاب

۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

میں یہ بات بالکل واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان کسی صورت میں سپر انداز نہیں ہوگا اور نہ ہی دونوں خود مختار مملکتوں کے درمیان کسی بھی نوعیت یا شکل کے ایسے کسی آئینی الحاق کو قبول کرے گا جس کا مرکز ایک ہو۔ پاکستان قائم رہنے کیلئے بنا ہے اور قائم رہے گا۔ البتہ ہم کسی بھی دوسرے ملک کی طرح ہندوستان کے ساتھ ہم پلہ اور خود مختار مملکت کی حیثیت سے باہمی مفاہمت کے معاہدے پر تیار ہیں۔

''رائٹر'' کے نامہ نگار کے ساتھ انٹرویو

۲۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

جنگ سے تھکی ہاری انسانیت امید و بیم کی کیفیت میں اقوامِ متحدہ کے با اختیار ہونے کی منتظر ہے کیونکہ جنگ کے تدارک اور امن کو درپیش خطرات سے نمٹنے کی صلاحیت پر ہی نوعِ انسانی کی بقا اور تمدنی مستقبل کا انحصار ہوگا۔ پاکستان، جو حال ہی میں اقوامِ متحدہ کا رکن بنا ہے، اس تنظیم کو مضبوط کرنے اور اس کے

مقاصد کے حصول کیلئے ہر ممکن مدد کرے گا۔

کراچی میں پاکستان بحریہ سے خطاب

۲۳ جنوری ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

پاکستان دنیا کے آزاد ممالک سے خیر سگالی اور دوستی کے سوا کسی ایسی چیز کا خواہشمند نہیں جو اس کی اپنی نہ ہو۔ آزادی حاصل کر چکنے کے بعد ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ نہ صرف اپنی مملکت کو مضبوط اور خوشحال بنائیں گے بلکہ بین الاقوامی امن اور خوشحالی کے فروغ کیلئے بھرپور کوشش کریں گے۔

امریکی سفیر کی تقریر کے جواب میں

۲۶ فروری ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہماری خارجہ حکمتِ عملی دنیا کے تمام ملکوں کے ساتھ دوستی اور خیر سگالی پر مبنی ہے۔ ہم کسی ملک یا قوم کے خلاف معاندانہ ارادے نہیں رکھتے، قومی اور بین الاقوامی معاملات میں حق اور انصاف پر یقین رکھتے ہیں اور اقوامِ عالم میں امن اور خوشحالی کو فروغ دینے کے لئے بھرپور کردار ادا کرنے کو تیار ہیں۔ پاکستان دنیا میں جبر و استبداد کے شکار عوام کو مادی اور اخلاقی امداد دینے اور اقوام متحدہ کے منشور کو سر بلند رکھنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہے گا۔

امریکی عوام کے نام نشریہ

[۱۶] فروری ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اہم معاملات پر اختلاف کے باوجود ہندوستان اور پاکستان کے درمیان پُرامن سمجھوتہ ممکن ہے بشرطیکہ ہندوستانی حکومت اپنے احساسِ برتری کو ترک کردے، پاکستان کے ساتھ برابری کا سلوک کرے اور معروضی حقائق کا پورا احساس کرے۔

سوئٹزرلینڈ کے اخبار نویس ڈی ایرک اسٹریف (De Eric Streiff) سے انٹرویو

۱۱ مارچ ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

مطالبۂ پاکستان

☆☆ ☆☆ ☆☆

مسلمان اپنی تقدیر اور اپنا مستقبل کسی اور کے ہاتھوں میں دینے کو تیار نہیں۔ وہ خود ہی طے کریں گے کہ ان کے مفادات میں کیا بہتر ہے۔ ان تمام فریقوں کو، جنہیں مستقبل کے ہندوستان کے سیاسی خدوخال وضع کرنے ہیں، چاہئے کہ وہ مسلمانوں کو بھی ایک اہم اور باوقار فریق کی حیثیت دیں۔

ہمارا عندیہ اپنے ہندو اور عیسائی بھائیوں سے کٹ جانے کا نہیں ہے بلکہ انہیں سمجھانے کا ہے کہ ہندوستان کے سورج تلے ہمیں بھی ایک باوقار جگہ مانگنے کا حق ہے۔

پارلیمانی سیکریٹری برائے ہند، ہیوا ونیل (Hugh O' Neill) کے جواب میں

۱۹۳۹ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

مجھے یقین ہے کہ اب ہندوستان کا مسلمان اپنے حقوق سے باخبر ہے اور ان کے حصول کیلئے بیدار ہو چکا ہے اور یہ کہ مسلم لیگ ایک ایسی مضبوط تنظیم بن چکی ہے جسے کوئی طاقت منہدم نہیں کرسکتی۔ لوگ آتے اور جاتے رہیں گے لیکن یہ جماعت ہمیشہ زندہ رہے گی۔

ان دو قوموں سے، جو ایک ہزار سال اکٹھا رہنے کے باوجود ایک دوسرے سے روزِ اول کی طرح مختلف ہیں، یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ محض ایک جمہوری آئین کی چھاپ یا برطانوی پارلیمانی نظام کے اطلاق کے ذریعے غیر فطری اور مصنوعی طریقوں سے ایک قوم کی صورت اختیار کر جائیں گی۔

ہندو اور مسلمان دو مختلف مذہبی فلسفوں، سماجی رسوم اور ثقافتی روایات سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ نہ تو آپس میں شادی بیاہ کرتے ہیں نہ ہی ساتھ بیٹھ کر کھاتے پیتے ہیں۔ ان تہذیبوں کے بنیادی تصورات نہ صرف مختلف ہیں بلکہ ایک دوسرے کے متضاد ہیں اور ان کا زندگی گذارنے کا ڈھنگ بھی ایک دوسرے سے علیحدہ ہے۔

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہندوستان کا موجودہ اتحاد مصنوعی ہے اور برطانوی راج کا مرہونِ منت ہے۔ جب تک ہندوستان پر انگریزی سنگینوں کا سایہ ہے یہ اتحاد قائم رہے گا اور جیسے ہی یہ سایہ ختم ہوگا، جیسا کہ حکومتِ برطانیہ کے حالیہ اعلان کے بعد متوقع ہے، تو ایسی شکست وریخت اور طوائف الملوکی برپا ہو جائے گی جو مسلمانوں کے ہزار

سالہ دورِ حکومت میں نہیں ہوئی۔

مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور میں صدارتی خطبہ

۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

مسلمانانِ ہند کے مسائل کا واحد اور پائیدار حل ملک کی تقسیم ہے تاکہ دونوں قومیں اپنی استعداد کے مطابق اقتصادی، معاشرتی، ثقافتی اور سیاسی طور پر ترقی کر سکیں۔

لاہور میں مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن سے خطاب

۲ مارچ ۱۹۴۱ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

یہ کہنا بدنیتی پر مبنی ہے کہ مسلم لیگ ایک ہندو مخالف تحریک ہے، محض اس بناء پر کہ وہ ہندوستان کی تقسیم کو اس کے آئینی مسائل کا واحد حل سمجھتی ہے۔ ہندوؤں کے حصے میں ہندوستان کے جو وسیع علاقے آئیں گے ان پر اس کی نظر نہیں۔ اس کے برعکس وہ ہندوؤں کی بھی بھلائی چاہتی ہے اور دعا گو ہے کہ وہ بخیر وخوبی اتنے بڑے ملک کا انتظام سنبھال لیں جس پر حکومت کرنا ان کا حق ہے۔ تاہم وہ ہمیں ان خِطّوں کا نظم و نسق سنبھالنے دیں جہاں ہم اکثریت میں ہیں۔

اخباری بیان

۲۸ جون ۱۹۴۱ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اگر حکومتِ برطانیہ اس برصغیر کے لوگوں کو امن و امان اور خوشحالی فراہم کرنے میں سنجیدہ اور پُر خلوص ہے تو ہم سب کے لئے صرف یہی ایک راستہ ہے کہ ہندوستان کو خود مختار قومی ریاستوں میں تقسیم کر کے یہاں کی بڑی قوموں کو اپنا علیحدہ علیحدہ وطن بنانے کی اجازت دی جائے۔

☆☆ ☆☆ ☆☆

میں نہیں چاہتا کہ برطانوی حکومت مسلمانانِ ہند کو مجبور کرے کہ وہ مطالبہِ پاکستان سے، جوان کے ایمان کا جزو ہے، اپنی وابستگی ثابت کرنے کیلئے جیلیں بھر دیں۔ اگر حکومتِ برطانیہ یا اسکے وزیر اعظم کی طرف سے ایسا کوئی اعلان کیا جاتا ہے جو مسلمانوں کے اس مطالبے کی نفی کرتا ہو تو وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ اس کی مزاحمت کریں گے۔

نیوز کرانیکل لندن کو بیان

۲۲ دسمبر ۱۹۴۱ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

پانچ سالوں کے اندر اندر ہم ہند کے طول و عرض میں مسلمانوں کو اس درجہ منظّم کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں جیسے وہ پچھلی ڈیڑھ صدی میں نہ ہو سکے تھے۔ اب وہ اس قدر بیدار اور سرگرمِ عمل ہو چکے ہیں کہ انہیں دیکھ کر ان کے مخالفین انگشت بہ دنداں ہیں۔ وہ بے حسی کے خول سے باہر نکل آئے ہیں اور انہوں نے گہری مایوسی کو اپنی ذات سے جھٹک کر علیحدہ کر دیا ہے۔ اب انہیں یہ احساس ہو چکا ہے کہ وہ ایک ایسی قوت اور ایسے امکانات کے حامل ہیں جس کا

ان کو پہلے کبھی احساس نہ ہوا تھا۔

پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے اجلاس منعقدہ راولپنڈی کو پیغام

۲۷ فروری ۱۹۴۲ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

یہ کہنا سراسر بہتان اور افترا ہے کہ ہم برطانوی سامراج کے حامی ہیں۔ جو لوگ یہ الزام لگاتے ہیں وہ خود بھی جانتے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے۔ میں نے اپنی پوری زندگی میں کبھی اس امکان کو تسلیم نہیں کیا کہ ہم اس ملک میں کسی غیرملکی تسلط کے تحت زندگی گزار سکتے ہیں۔

اگر ایسا کوئی منصوبہ یا حل ہم پر ٹھونسا گیا جو مسلمانوں کے مفادات کے منافی ہوتو ہم پوری قوت سے اس کی مخالفت کریں گے اور اس ضمن میں تمام تر نتائج بھگتنے کیلئے تیار ہیں اور اس کوشش میں اگر ہماری جان بھی چلی جائے تو ہمیں پروانہیں۔

اُردو پارک دہلی میں یوم پاکستان پر خطاب

۲۳ مارچ ۱۹۴۲ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

آیئے ہم یوں پُر امید ہو کر آگے قدم بڑھائیں کہ ہمارے دلوں میں یقین، ہماری صفوں میں اتحاد اور ہمارے کاموں میں نظم وضبط ہو۔ اگر ایسا ہوا تو مجھے کامیابی کا پورا یقین ہے اور بیشک ہم پاکستان حاصل کرلیں گے۔

یومِ پاکستان پر پیغام

۲۳ مارچ ۱۹۴۴ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہندوستان کی دو بڑی قومیں نہ صرف مذہب کے لحاظ سے الگ الگ ہیں بلکہ دونوں کی ثقافتیں بھی ایک دوسرے سے قطعی جدا ہیں۔ ہمارے مذہب نے زندگی کے ہر شعبے کیلئے ایک خاص ضابطہ وضع کیا ہوا ہے جس کے مطابق ہم اپنی زندگی بسر کرنے کے خواہش مند ہیں لیکن ہندو رہنما یہاں رام راج قائم کرنے اور مسلمانوں کے ساتھ اقلیت جیسا سلوک کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

ایڈورڈز کالج پشاور میں تقریر

۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

آزادی کے بعد پہلی عید پر ہمیں اپنے اُن بھائیوں اور بہنوں کو نہیں بھولنا چاہیئے جنہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تاکہ پاکستان قائم ہو سکے اور ہم باوقار زندگی بسر کر سکیں۔ انہوں نے ہمارے لئے صعوبتیں برداشت کیں اور آج خود ہم میں موجود نہیں۔ متاثرہ خاندانوں کیلئے عید شاید اتنی مسرت اور شادمانی کا باعث نہ ہو جتنی پاکستان کے لوگوں کے لئے ہے۔ ہمارے وہ بھائی جو ہندوستان میں اقلیتوں کی حیثیت سے رہ رہے ہیں یقین جانیں کہ ہم انہیں کبھی فراموش نہیں کریں گے۔ ہمارے دل ان کیلئے بے قرار ہیں اور ہم ان کی مدد اور فلاح و بہبود میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے۔ مجھے اعتراف ہے کہ برصغیر کے مسلم اقلیتی صوبے حصول پاکستان کی جدوجہد میں پیش پیش تھے۔ ان کی حمایت مَیں کبھی نہیں بھول سکتا اور مجھے امید ہے کہ پاکستان کے مسلم اکثریتی صوبے بھی یہ کبھی نہیں بھولیں

گے کہ حصولِ پاکستان کی بے مثال جدوجہد میں اقلیتی صوبوں نے ہراول دستے کا کردار ادا کیا۔

عیدالفطر کے موقع پر پیغام

۱۸ اگست ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

یہ بات، کہ پاکستان کی نئی خودمختار مملکت پُر امن ذرائع سے حاصل ہوئی ہے، میرے لئے باعثِ اطمینان ہے۔ اس کٹھن جدوجہد میں عوام ہی تھے جنہوں نے رضا کارانہ طور پر میرا ساتھ دیا جبکہ تعلیم یافتہ خواص سب سے آخر میں آئے۔

کراچی میں غلام حسین ہدایت اللہ کے استقبالیہ میں تقریر

۹ اگست ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہم نے بلاشبہ پاکستان حاصل کرلیا ہے اور وہ بھی کسی خوں ریزی اور جنگ و جدل کے بغیر پُر امن طریقوں سے۔ یہ کامیابی، اصولوں سے وابستگی اور فراست کے بل بوتے پر اور قلم کی طاقت سے حاصل ہوئی جو تلوار سے کم نہیں۔ یوں ہماری حق پر مبنی جدوجہد بارآور ہوئی ہے۔

ریڈیو پاکستان لاہور سے نشریہ

۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

پاکستان کی بہتری اسی میں ہے کہ ہم جلد از جلد وقت کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہوکر اس ملک کے لامحدود امکانات کو سمجھیں اور ہر فرد انصاف، مساوات اور

اخوت کے عظیم مقاصد کے حصول کی ضرورت کو محسوس کرے جو قیامِ پاکستان کے بنیادی تقاضے بھی ہیں اور ایک عادلانہ معاشرتی نظام کے مظہر بھی۔

چٹاگانگ کے شہریوں کے استقبالیے میں تقریر

۲۶ مارچ ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

پاکستان کا حصول ان اعلےٰ انسانی عزائم کی کامیابی کی داستان ہے جن کے تحت ہم نے مشکلات اور آزمائشوں کے باوجود اپنی جدوجہد جاری رکھی۔

اخوت اور مساوات ہمارے مذہب، ثقافت اور تہذیب کی بنیادی اقدار ہیں اور پاکستان کیلئے جدوجہد اس لئے ضروری تھی کہ برصغیر میں ہمیں ان اقدار کی پامالی کا خطرہ تھا۔ ہم نے دو صدیوں کے غیر ملکی تسلط اور ذات پات کے نظام کے بوجھ تلے محسوس کیا کہ اس طرح مسلمان انفرادی طور پر اور بحیثیت قوم معدوم ہو جائیں گے۔ ہم نے پاکستان اس لئے حاصل کیا تاکہ دنیاوی اور دینی امور اپنی روایات اور طرزِ فکر کے مطابق چلا سکیں۔

چٹاگانگ کے شہریوں کے استقبالیے میں خطاب

۲۶ مارچ ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اقلیتیں

☆☆ ☆☆ ☆☆

میرا ہمیشہ سے اس بات پر یقین رہا ہے کہ کوئی بھی حکومت اقلیتوں میں

تحفظ اور اعتماد کا احساس پیدا کیے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتی اور کوئی ایسی حکومت بھی کامیاب نہیں ہوسکتی جس کا اقلیتوں سے سلوک غیر منصفانہ اور جابرانہ ہو۔ ایک نمائندہ حکومت کی کامیابی کی کسوٹی یہ ہے کہ اس کی اقلیتوں کو انصاف ملنے کا مکمل یقین ہو۔

مسلم لیگ کے اجلاس مدراس سے خطاب

۱۳ اپریل ۱۹۴۱ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اسلام ان غیر مسلموں کے ساتھ جو ہماری حفاظت میں ہوں عدل و انصاف، مساویانہ سلوک اور رواداری بلکہ فیاضی کے ساتھ پیش آنے کا درس دیتا ہے۔ ان کے ساتھ ہمارا برتاؤ برادرانہ ہونا چاہئے اور انہیں شہریت کے یکساں حقوق حاصل ہونے چاہئیں۔

مسلم یونیورسٹی یونین علی گڑھ سے خطاب

۲ نومبر ۱۹۴۱ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اقلیتوں کا، خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتی ہوں، تحفظ کیا جائے گا۔ ان کا مذہب اور عقیدہ محفوظ رہے گا اور ان کو عبادت کی مکمل آزادی ہوگی۔ ان کے مذہب، طرزِ زندگی اور ثقافت کو پورا پورا تحفظ حاصل ہوگا۔ وہ بلا امتیاز، ہر اعتبار سے پاکستان کے معزز شہری ہوں گے۔

حقوق و مراعات کے ساتھ وہ فرائض بھی ان کے ذمے ہوں گے جو شہری

ہونے کے ناتے ان پر عائد ہوتے ہیں اور ان فرائض کو پورا کر کے وہ امورِ مملکت میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ جب تک اقلیتیں ملک کی وفادار رہیں گی انہیں کسی قسم کا خوف یا تشویش نہیں ہونی چاہیئے۔

نئی دہلی میں پریس کانفرنس

۱۴ جولائی ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اگر آپ ماضی کی تلخیوں کو فراموش کر کے باہمی تعاون سے کام کریں تو کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔ بشرطیکہ آپ تسلیم کریں کہ ہر فرد، چاہے وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو، اس کی ذات اور عقیدہ کچھ بھی ہو، آپ کے ساتھ ماضی میں اس کے تعلقات کچھ بھی رہے ہوں تمام حقوق اور ذمہ داریوں کے ساتھ وہ اوّل و آخر اس ملک کا شہری ہے۔ اگر ہم اس جذبے کے تحت کام کرتے رہے تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اکثریتی اور اقلیتی فرقوں کی تفریق ختم ہو جائے گی۔

ہندو اور مسلمان دستور ساز اسمبلی میں صدارتی خطبہ

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

شہنشاہِ اکبر نے غیر مسلموں کے ساتھ جس رواداری اور خیر سگالی کا مظاہرہ کیا وہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اس کی ابتداء تیرہ سو سال پہلے پیغمبرِ اسلامؐ نے کی۔ وہ نہ صرف زبانی بلکہ عملی طور پر مفتوح یہودیوں اور مسیحیوں کے ساتھ انتہائی

رواداری سے پیش آئے اور ان کے مذہب اور عقائد کا احترام کیا۔ جہاں جہاں بھی مسلمانوں نے حکومت کی وہاں کی تاریخ ان عظیم اور شائستہ اصولوں کی مظہر ہے جن پر اب بھی عمل ہونا چاہئے۔

پاکستان دستور ساز اسمبلی کے افتتاح پر وائسرائے کی تقریر کے جواب میں
۱۴ اگست ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

مَیں حکومتِ پاکستان کی جانب سے ایک بار پھر انتہائی پُر زور طریقے سے اس بات کا اعادہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اپنی طے شدہ پالیسی کے مطابق اقلیتوں کے جان و مال کا تحفظ کریں گے اور ان کے ساتھ مساویانہ سلوک ہوگا۔ ہم ہرگز یہ نہیں چاہتے کہ اقلیتوں کو پاکستان چھوڑنے پر مجبور کیا جائے۔ اگر وہ اس مملکت کی وفادار رہیں گی تو وہ اسی برتاؤ کی مستحق ہوں گی جو دوسرے شہریوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

حکومتِ پاکستان کے افسروں سے کراچی میں خطاب
۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اسلام کی تعلیمات ہر مسلمان پر یہ فرض عائد کرتی ہیں کہ وہ بلا لحاظ مذہب و مسلک، اپنے ہمسایوں اور اپنی اقلیتوں کو تحفظ فراہم کرے۔ قطع نظر اس سلوک کے جو ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ کیا جا رہا ہے یہ ہمارے وقار کا تقاضہ ہے کہ ہم اقلیتوں کی جانوں کی حفاظت کریں اور ان کے اندر سلامتی کا احساس پیدا کریں۔ جس

مسلمان کو پاکستان کی فلاح اور خوشحالی عزیز ہے وہ بدلہ لینے سے احتراز کرے اور صبر و تحمل سے کام لے کیونکہ تشدّد اور انتقامی کارروائیاں اس قومیت کی بنیاد کو کمزور کر دیں گی جو سالہا سال کی محنت سے آپ نے تعمیر کی ہے۔

یونیورسٹی اسٹیڈیم لاہور میں جلسہ عام سے خطاب

۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

میں ایک بار پھر مسلمانوں سے واضح الفاظ میں کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے ہندو پڑوسیوں کو پناہ اور تحفظ دینے میں انتظامیہ اور متعلقہ افسروں کے ساتھ تعاون کریں تاکہ وہ ان قانون شکن اور وطن دشمن عناصر کے ساتھ سختی سے نمٹ سکیں جو ان فسادات کے ذمہ دار ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ مختلف فرقوں کے درمیان اعتماد بحال کرنے میں حکام کی مدد کریں۔

مسلم مہاجرین کو پیغام

۹ جنوری ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

پارسی برادری نے انتظامی صلاحیت، کاروباری حوصلے اور محنت کے جذبے کی بدولت اس ملک میں اپنے لئے ایک ممتاز مقام بنا لیا ہے۔ پاکستان میں ان کی صلاحیتوں کیلئے، خاص طور پر تجارت اور صنعت کے شعبوں میں، وسیع مواقع میسر آئیں گے۔ انہیں چاہیئے کہ وہ آگے آئیں اور سچے شہریوں کی طرح پاکستان کو عظیم ترین ملکوں کی صف میں کھڑا کرنے اور اسے خوشحالی اور فراوانی کی سرزمین بنانے میں

اپنا کردار ادا کریں۔

کراچی میں پارسی برادری کے سپاسنامے کے جواب میں

۳ فروری ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہم اپنے اس اعلان پر قائم ہیں کہ ہر فرقے کے ساتھ پاکستانی شہریوں جیسا سلوک ہوگا۔ ان کے حقوق، مراعات اور فرائض باقی شہریوں کے برابر ہوں گے اور انہیں مکمل تحفظ دیا جائے گا۔ مَیں پسماندہ طبقوں (شیڈولڈ کاسٹ Scheduled Castes) کو خاص طور پر اپنی خیرسگالی اور ہمدردی کا یقین دلانا چاہتا ہوں جو صدیوں سے محروم اور مظلوم رہے ہیں۔ وہ دوسرے فرقوں سے زیادہ امداد کے مستحق ہیں۔ مَیں نے ہمیشہ اُن کے مفادات کی وکالت کی ہے اور آئندہ بھی کرتا رہوں گا۔

ڈھاکہ میں شیڈولڈ کاسٹ کے سپاسنامے کے جواب میں

۲۱ مارچ ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہمارا مطمحِ نظر یہ ہونا چاہئے کہ وقت گزرنے کے ساتھ [حقوق اور فرائض کے لحاظ سے] ہندو اور مسلمان کا فرق باقی نہ رہے، اگرچہ مذہبی معنوں میں نہیں کیونکہ ہر شخص کو ذاتی عقیدے کا اختیار ہے۔ میرا مطلب سیاسی مساوات اور ریاست کے شہری ہونے کی حیثیت سے ہے۔

پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں خطبۂ صدارت

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

☆☆ ☆☆ ☆☆

متفرقات

☆☆ ☆☆ ☆☆

یہ درست ہے کہ مسلمانوں کی قوت بکھری ہوئی اور غیر منظّم تھی پھر بھی ان کے دلوں میں ہم آہنگی اور اتحاد کے جذبات موجود تھے۔ جن کا برملا اظہار ممکن نہ ہو سکا۔ تاہم یہ بالکل عیاں ہے کہ بلا استثناء ہر مسلمان کا دل اس مسجد کے تنازعے[1] کی وجہ سے مجروح ہے۔ میں نے حکام کو احساس دلا دیا ہے کہ ایک بھی مسلمان ایسا نہیں جو اس مسئلے سے رنجیدہ نہ ہو۔

لاہور میں مسجد شہید گنج کے متعلق تقریر

۲۸ فروری ۱۹۳۶ء

ا۔ شاہ جہاں کے عہد کی مسجد جس پر ایک سکھ خاندان نے قبضہ کر لیا تھا۔ انگریزی حکومت کے ٹربیونل نے بھی اسے سکھوں کی ملکیت قرار دیا۔ اس مسئلے پر دونوں فرقوں میں اشتعال پیدا ہوا جسے جناح کی فراست نے رفع کیا۔

☆☆ ☆☆ ☆☆

میں ایک مسلم رہنما کی حیثیت سے یہاں نہیں آیا، نہ ہی مسلمانوں کی حمایت کرنا مقصود ہے۔ میرے آنے کا واحد مقصد مسجد شہید گنج کے مسئلے کے ایسے حل کی تلاش ہے جو مناسب اور منصفانہ ہو تاکہ وہ فریقین کیلئے باوقار اور دیرپا ہو سکے۔ مجھے یقین ہے کہ کوئی بھی سمجھ بوجھ رکھنے والا مسلمان ایسا نہیں ہے جو سکھوں اور ہندوؤں کے ساتھ خوشگوار اور برادرانہ تعلقات نہ رکھنا چاہتا ہو۔

ٹاؤن ہال لاہور میں تقریر

یکم مارچ ۱۹۳۶ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

یہ کالج کسی مخصوص مذہب و مسلک کو فوقیت نہیں دیتا اور میرا نقطۂ نظر بھی یہی رہا ہے کہ ہندوستان کی نجات غیر فرقہ وارانہ سوچ میں مضمر ہے۔ آج بھی میں اسی پر یقین رکھتا ہوں اور آئندہ بھی فرقہ وارانہ ہم آہنگی مجھے دل سے عزیز رہے گی۔

دیال سنگھ کالج لاہور میں تقریر

۵ مارچ ۱۹۳۶ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہندوستان کے سیاسی مسئلے کا واحد حل یہی ہے کہ تمام فرقوں کے رہنما اور سیاسی مدبر مل بیٹھیں اور اس بات پر غور کریں کہ ان کو کیا خطرات درپیش ہیں اور ان کا کس طرح تدارک کیا جا سکتا ہے۔

لاہور میں ایک جلسے میں تقریر

۶ مارچ ۱۹۳۶ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

میں عوام کو یقین دلاتا ہوں کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے صوبائی بورڈ تشکیل کرتے وقت ہم نے اس اصول کو پیشِ نظر رکھا کہ ہماری جماعت کے نمائندے ترقی پسند، محبّ وطن اور آزاد خیال لوگ ہوں جو نہ صرف مسلمانوں بلکہ مجموعی طور پر پورے ہندوستان کی خدمت کا عزم رکھتے ہوں۔

پریس انٹرویو

۲۸ اگست ۱۹۳۶ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اگر میں ہندوستان کے آٹھ کروڑ مسلمانوں میں سے محبّ وطن اور آزاد خیال لوگوں کا ایک قوم پرست گروہ بنانے میں کامیاب ہوگیا، جو دوسرے فرقوں کے ترقی پسند عناصر کے شانہ بشانہ چل سکیں، تو میں سمجھوں گا کہ میں نے مسلمانوں کی ایک عظیم خدمت سرانجام دی ہے۔ سرحد کے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ شخصیات سے بالاتر ہوکر اپنے صوبے اور سارے ہندوستان کے حوالے سے سوچیں اور متحد ہوکر محبِّ وطن اور ترقی پسند مسلمان نمائندوں کو صوبائی اسمبلی میں بھجوائیں۔

پشاور میں ایک جلسہ عام سے خطاب

۱۹ اکتوبر ۱۹۳۶ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

مسلم لیگ ڈاکٹر سر محمد اقبال کے انتقال پر پہلے بھی شدید صدمے کا اظہار کر چکی ہے۔ ان کی رحلت مسلم ہندوستان کیلئے ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ ان سے میرے نہایت دوستانہ تعلقات تھے اور وہ دنیا کے بہترین شاعروں میں سے تھے۔ جب تک اسلام زندہ ہے وہ بھی زندہ رہیں گے۔ ان کی عظیم شاعری مسلمانانِ ہند کے جذبات کی صحیح عکاسی کرتی ہے۔ وہ ہمیشہ ہمارے اور آنے والی نسلوں کیلئے جوش اور ولولے کا سرچشمہ رہیں گے۔

علامہ اقبال کی وفات پر

۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ مسٹر گاندھی خود ان مقاصد سے انحراف کر

رہے ہیں جن کے حصول کیلئے کانگریس کا قیام عمل میں آیا تھا۔ انہی کی وجہ سے کانگریس ہندوتوا (Hindutva) کے احیاء کا ذریعہ بن گئی ہے۔ ان کا مقصد ہندومت کو نئی زندگی دے کر اس ملک میں ہندوراج قائم کرنا ہے۔ وہ کانگریس کو اس مقصد کے حصول کا آلہٗ کار بنا رہے ہیں۔

عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن میں خطاب

۲۸ ستمبر ۱۹۳۹ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

مَیں ہمیشہ ہندو مسلم مفاہمت کا حامی رہا ہوں لیکن ایسی کوئی بھی مفاہمت فریقین کیلئے باعزت ہونی چاہئے۔ کوئی ایسا سمجھوتہ قابلِ قبول نہیں ہوگا جس کا مقصد ایک فریق کی بقاء اور دوسرے کی بربادی ہو۔

عثمانیہ یونیورسٹی کی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن سے خطاب

۲۸ ستمبر ۱۹۳۹ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

کسی قوم کے اقتدارِ اعلےٰ اور حاکمیت کی عمارت کم از کم تین اہم ستونوں پر کھڑی ہوتی ہے۔ پہلا ستون تعلیم ہے جس کے بغیر قوم جہالت کی تاریکی میں گھری رہتی ہے، دوسرا اقتصادی قوت، جس کا انحصار تجارت اور صنعت پر ہے۔ تیسرا ستون ملکی دفاع ہے جسے تعلیم کی روشنی اور اقتصادی طاقت کے حصول کے بعد مضبوط کرنا ہوگا جو بیرونی جارحیت کا مقابلہ کرنے اور اندرونی

سلامتی برقرار رکھنے کیلئے لازمی ہے۔

پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن سے خطاب

۲ مارچ ۱۹۴۱ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

نہ ہی مَیں ایک فاضل مولانا ہوں اور نہ ہی میرا یہ دعویٰ ہے کہ مَیں کوئی مذہبی عالم ہوں۔ البتہ مَیں اپنے دین کے بارے میں تھوڑا بہت ضرور جانتا ہوں اور مجھے اپنے مذہب کا ایک ادنیٰ پیروکار ہونے پر فخر ہے۔

لاہور میں مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن سے خطاب

۲ مارچ ۱۹۴۱ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

سب سے اہم چیز تعلیم ہے۔ علم کی طاقت تلوار سے زیادہ ہے۔ اسے حاصل کرنے کیلئے تگ و دو کیجئے۔ دوسری اہم چیز کاروبار اور تجارت ہے۔ جب تک کوئی ملک اقتصادی طور پر کمزور رہتا ہے وہ زندگی کی جنگ نہیں جیت سکتا۔

کوئٹہ میں بلوچستان مسلم لیگ سے خطاب

۴ جولائی ۱۹۴۳ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

نوابزادہ لیاقت علی خاں میرا دایاں بازو ہیں انہوں نے دن رات انتھک کام کیا ہے۔ انہوں نے کتنا بھاری بوجھ اٹھایا ہے، کسی کو اس بات کا اندازہ بھی نہیں ہو

سکتا۔ لیاقت علی خاں کو تمام مسلمان عزت کی نظر سے دیکھتے اور ان پر اعتماد کرتے ہیں۔ نوابزادہ ہونے کے باوجود وہ ایک عوامی رہنما ہیں۔ امید ہے کہ ملک کے دوسرے نوابین بھی ان کے نقشِ قدم پر چلیں گے۔

مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ کراچی سے خطاب

۲۶ دسمبر ۱۹۴۳ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اقتصادی ترقی اور معاشی طاقت زندگی کے تمام شعبوں میں سب سے اہم شعبہ ہے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے اس امر کی ضرورت ہے کہ اپنی اس پسماندگی کی تلافی کیلئے وہ ہر ممکن کوشش کریں۔

لاہور میں مسلم چیمبر آف کامرس سے خطاب

۲۴ مارچ ۱۹۴۴ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

میرا سب سے بڑا صلہ تو یہ ہے کہ میں دیکھ سکوں کہ ہماری کوششیں بار آور ہو رہی ہیں۔ آج ہندوستان کے مسلمان متحد ہیں اور اس سرزمین پر وہ اتنے معزز اور باوقار ہو گئے ہیں جتنے وہ پچھلے دو سو سال میں کبھی نہ ہوئے تھے۔

احمد آباد میں اپنی سالگرہ کی تقریب منعقدہ ۱۵ جنوری کیلئے پیغام

۱۹۴۵ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

کوئی بھی قوم نہ تو اس وقت تک خود مختار ہو سکتی ہے اور نہ اپنی آزادانہ حیثیت برقرار رکھ سکتی ہے جب تک اس کی تنظیم میں بد دیانتی ہو، اس کا نظم وضبط کمزور ہو اور اس کے عوام کے حوصلے پست ہوں۔ دیانت، نظم وضبط اور عزم وہمت کے بغیر کوئی قوم تنومند اور طاقتور نہیں بن سکتی۔ ثابت قدمی، استقلال اور ایثار وقربانی کے بغیر اس زندگی اور موت کی کشمکش سے ہم سرخرو ہو کر نکلنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

ہفت روزہ ''سعادت'' لائل پور (فیصل آباد) کو پیغام

۷ مئی ۱۹۴۵ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

مجھے امید ہے کہ مہاراجہ کشمیر اور وزیراعظم کشمیر تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کو تسلیم کریں گے۔ فراست کا تقاضا ہے کہ مسلمانوں کے جذبات کو، جو آبادی کا اسّی فی صد ہیں، مجروح کرنا تو درکنار ان کو نظر انداز کرنے تک کی کوشش بھی نہ کی جائے۔

اخباری بیان

۱۱ جولائی ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اگر ہم پاکستان کی اس عظیم مملکت کو خوشیوں سے بھرپور اور معاشی طور پر خوشحال بنانے کے خواہشمند ہیں تو ہمیں چاہیئے کہ ہم اس میں بسنے والے عوام، خصوصاً غرباء، کی فلاح وبہبود کیلئے ہمہ تن کمربستہ ہو جائیں۔

میں ہمیشہ عدل وانصاف اور مکمل غیر جانب داری کے اصولوں پر کاربند رہوں گا۔ ہر ایک سے میرا سلوک تعصب اور رورعایت سے مبّرا ہوگا۔

کسی حکومت کا پہلا فرض امن وامان کا قیام ہے تا کہ وہ اپنے شہریوں کے جان ومال اور مذہبی عقائد کی پوری پوری حفاظت کر سکے۔

پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے خطاب

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

مجھے یقین ہے کہ ہم مہاجرین کے ہمہ گیر اور سنگین مسئلے پر قابو پالیں گے جیسے اس سے پہلے اپنی طویل تاریخ میں ایسے کئی مسائل سے عہدہ برآ ہوتے آئے ہیں۔ اب بھی ہم دشمنوں کی کوششوں کے باوجود اذیتوں اور مصائب کی تاریک رات سے سرخرو اور توانا ہو کر نکلیں گے اور دنیا پر واضح کر دیں گے کہ ریاست کا فرض نہ صرف شہریوں کی حفاظت کرنا بلکہ اچھی زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کرنا بھی ہے۔

عیدالاضحٰی کے موقع پر پیغام

۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

آج بھی خدائے بزرگ و برتر پاکستان اور ہندوستان [کے مسلمانوں] کا امتحان لے رہا ہے۔ اس نے ہم سے بہت بڑی قربانیاں طلب کی ہیں۔ ہماری نوزائیدہ مملکت پر ہمارے دشمنوں کے لگائے ہوئے زخموں سے خون ٹپک رہا ہے۔ ہندوستان میں ہمارے بھائیوں سے قیامِ پاکستان کی زوردار حمایت کا بدلہ لیا جا رہا ہے۔ اگرچہ مصائب کے گہرے تاریک بادل ہمارے چاروں طرف چھائے ہوئے ہیں ہم خوف زدہ نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم حضرت ابراہیمؑ کے جذبۂ قربانی سے

کام لیں تو خدا کے فضل سے یہ بادل چھٹ جائیں گے اور ہم پر اس کے انعام واکرام کی بارش ہوگی۔

عیدالاضحیٰ پر پیغام

۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

یہ وقت اس فرقہ وارانہ دیوانگی کے اسباب تلاش کرنے یا یہ معلوم کرنے کا نہیں کہ قصور کس کا ہے یا کس فرقے کا کردار زیادہ باعث شرم ہے۔ یہ فیصلہ مَیں مستقبل کے مؤرخوں پر چھوڑتا ہوں۔ انسانیت بآوازِ بلند اس شرمناک طرزِ عمل اور ان مذموم کارستانیوں کی مذمت کر رہی ہے۔ جو لوگ اس قتل و غارت کے ذمہ دار ہیں ان کے ساتھ پوری سختی سے نمٹ کر انہیں کچل دینا ہوگا۔

ریڈیو پاکستان لاہور سے نشریہ

۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہم جس دنیا میں رہ رہے ہیں وہ نقائص سے پاک نہیں۔ اس درجہ تمدنی ترقی کے باوجود بدقسمتی سے آج بھی جنگل کا قانون نافذ ہے یعنی جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ آج بھی طاقتور کمزور کا استحصال کرنے سے نہیں چوکتا۔ آج بھی خود غرضی، لالچ اور اقتدار کی ہوس افراد اور اقوام پر مسلّط ہے۔ ایک محفوظ، صاف شفاف اور خوشحال دنیا کی تعمیر کیلئے ہمیں فرد سے ابتدا کرنی ہوگی۔ ہمیں کم سن بچوں پر ایک اسکاؤٹ کی خوبیاں یعنی دوسروں کا خیال اور سوچ، گفتار اور عمل کی پاکیزگی واضح کرنی

چاہئیں۔ اگر یہ دوستانہ رویہ، دوسروں کی بے لوث مدد اور قول وفعل میں تشدد سے احتراز کرنا سیکھ لیں تو مجھے یقین ہے کہ عالمی اخوت کا قیام ممکن ہے۔

پاکستان بوائے اسکاؤٹس کے نام پیغام

۲۲ دسمبر ۱۹۴۷ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ہم نہیں چاہتے کہ ہمارا بدنصیب طبقہ معاشرے پر ایک بوجھ بنا رہے۔ ہماری خواہش ہے کہ وہ اس طرح زندگی بسر کریں کہ ان کی عزتِ نفس سلامت رہے، وہ اپنے آپ پر انحصار کرنا سیکھیں اور معاشرے کا ایک کارآمد حصہ بن کر رہیں۔

بنگال آئل ملز کی افتتاحی تقریب پر خطاب

۲ فروری ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

تاریخ میں کسی نوزائیدہ مملکت کو اتنے بڑے اور سنگین مسائل کا سامنا نہیں کرنا پڑا ہوگا اور نہ ہی کبھی ایسی مملکت نے اس سلیقے اور ہمت سے ان مسائل کو نمٹایا ہوگا۔ ہمارے دشمنوں کو یہ توقع تھی کہ وہ پاکستان کو اس کی تشکیل کے ساتھ ہی ختم کر دیں گے۔ اس کے برعکس پاکستان زیادہ کامیاب اور مضبوط ہو کر ابھرا ہے۔

ڈھاکہ میں جلسۂ عام سے خطاب

۲۱ مارچ ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

پاکستان کے پہلے اولمپک کھیلوں کے انعقاد کو تمام اہل پاکستان کیلئے اولمپک تحریک کے مقاصد یعنی ”تیز تر، بلند تر اور مضبوط تر“ اختیار کرنے کی ترغیب ثابت ہونا

چاہئے۔ میں ان کھیلوں کے منتظمین اوران میں حصہ لینے والوں کو بہترین کارکردگی کی دعا دیتا ہوں۔ پاکستان کو بلند تر، محکم تر اور مضبوط تر بنایئے۔

پہلے پاکستان اولمپک کھیلوں کیلئے پیغام

۱۲ اپریل ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

یاد رکھئے کہ آپ کی حکومت آپ کے چمن کی مانند ہے۔ آپ اس کی نگہداشت اور نشو ونما پر جتنی محنت کریں گے اتنا ہی یہ چمن پھلے پھولے گا۔ اسی طرح آپ کی وطن دوستی اور دیانتدارانہ تعمیری کوششوں سے آپ کی حکومت میں بہتری آ سکتی ہے۔

اسلامیہ کالج پشاور میں خطاب

۱۲ اپریل ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

حکومتِ پاکستان کی ہرگز یہ خواہش نہیں کہ وہ آپ کی داخلی آزادی میں بے جا مداخلت کرے۔ اس کے برعکس وہ چاہتی ہے کہ خود انحصاری اور خوشحالی کے حصول میں آپ کی ہر ممکن مدد کرے اور تعلیمی، معاشرتی اور معاشی ترقی میں آپ کی اعانت کرے تاکہ حسبِ سابق محض سالانہ وظائف پر آپ کا انحصار نہ ہو۔

پشاور میں قبائلی جرگے سے خطاب

۱۷ اپریل ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

اپنی جسمانی تنومندی میں اضافہ کیجئے۔ جارحیت یا جنگجوئی کیلئے نہیں بلکہ صحت مند زندگی گذارنے اور زندگی کے ہر اس شعبے میں جہاں آپ ہوں تندرست و توانا رہنے کی خاطر اور ہمیشہ امن، انسانی اخوت اور خیر سگالی کی حمایت کرنے کیلئے۔

ڈھاکہ میں پاکستان کے پہلے اولمپک کھیلوں کے افتتاح پر خطاب

۲۲ اپریل ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

جناب عالی آپ نے بالکل درست طور پر دوستی اور خلوص کے ان دیرینہ رشتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو ہمارے دونوں ملکوں کے عوام کے درمیان استوار ہیں۔ یہی ان کی فطری صورت ہے کیونکہ یہ رشتے مشترکہ عقیدے، ثقافت اور امنگوں پر مبنی ہیں۔

افغانستان کے سفیر کی تقریر کے جواب میں

۸ مئی ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

ضروریاتِ زندگی کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافے سے معاشرے کے غریب اور مقررہ آمدنی والے طبقے بری طرح متاثر ہوئے ہیں اور اس وقت ملک کی اقتصادی مشکلات کی بڑی وجہ یہی ہے۔ حکومتِ پاکستان چاہتی ہے کہ قیمتوں میں ایسا توازن ہو کہ اشیاء فراہم کرنے والوں اور صارفین کے ساتھ انصاف ہو سکے۔

پاکستان اسٹیٹ بینک کی افتتاحی تقریب پر خطاب، کراچی

یکم جولائی ۱۹۴۸ء

☆☆ ☆☆ ☆☆

محمد علی جناح خاندان کے روایتی لباس میں